UNIVERSAL LIBRARY

OU_188882

UNIVERSAL LIBRARY

۹۱۰٫۲۴۵

ح - ن

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩١٠٥ [illegible] Accession No. ١١٨٢٥

Author ن - ح حمید الدین 11825

Title [illegible]

This book should be returned on or before the date last marked below.

۷۸۶

جنوبی ہند کی صحت گاہ

نیلگری

کے

حالات

مترجمہ

محمد حمید اللہ بی۔ اے (رکن بزم ادب)

متعلم کلیہ جامعہ عثمانیہ

ناشر

مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی (محدود) اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

(بابتہ)

سنہ ۱۳۴۸ھ م سنہ ۱۳۳۹ف م سنہ ۱۹۲۹ء

تعداد اشاعت ۵۰۰

قیمت ۸

۱۳۵۱ھ

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۱	طبعی منظرائی	۳	۱۶	ٹوڈا	۲۰
۲	عام نظارہ	۴	۱۷	ارالو	۲۵
۳	دریا و آبشار	۷	۱۸	کرمبا	۲۵
۴	ارضیات و معدنیات	۸	۱۹	قبائل پر ایک نظر	۲۶
۵	پھول	۹	۲۰	زراعت	۲۷
۶	نباتات	۱۰	۲۱	جنگلات	۲۸
۷	حیوانات	۱۰	۲۲	صنعت و حرفت	۲۸
۸	سیاسی تاریخ	۱۱	۲۳	ذرائع آمد و رفت	۲۹
۹	صحت گاہ کیسے بنا؟	۱۲	۲۴	مسافت کا تخمینہ	۲۸
۱۰	آبادی	۱۳	۲۵	موسم	۲۸
۱۱	زبانیں	۱۴	۲۶	آب و ہوا	۲۹
۱۲	قومیں	۱۴	۲۷	اوٹ کمنڈ وریلوے	۳۰
۱۳	قدیم قبائل	۱۴	۲۸	کونور	۳۵
۱۴	بدگا	۱۵	۲۹	کوٹ گری	۳۸
۱۵	کوٹا	۱۸	۳۰	خاتمہ	۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیلگری

طبعی منظر ائی نیلگری (اصل میں نیلا گیری یا نیلا پہاڑ) ایک وسیع سطح مرتفع ہے جو ۵۰ میل طویل ۲۰ میل عریض اور تقریباً ۶۵۰۰ قدم وسطاً رفیع ہے۔ اور مشرقی و مغربی گھاٹوں کے ملاپ پر واقع ہے جو صوبہ مدراس میں سے ہوتے ہوئے جنوبی رخ جاتے ہیں۔ اس کا نام کم از کم آٹھ سو برس سے نیلگری چلا آرہا ہے۔ کیونکہ نیچے میدانوں میں بسنے والوں کو ان پہاڑوں پر نیلے رنگ کا کہر چھایا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی ایک توجیہ اب یہ بھی پیدا کی گئی ہے کہ ان پہاڑوں پر "اسٹرابلان تھس" کے ننھے ننھے نیلے پھول اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ بعض قطعات حقیقت میں نزدیک سے بھی نیلے نظر آتے ہیں۔

خطہ نیلگری میں صرف یہ سطح مرتفع ہی شامل نہیں ہے بلکہ وہ پلیریائی جنگل بھی ہے جو اس کے شمالی حصے میں ہے اور نیز وادی الٹرونی جو اس کے جنوب میں ہے اسی طرح مغرب بعید کا علاقہ بھی جو جنوب مشرقی وائناڈ اور دلدلی رقبہ کہلاتا ہے جس میں بانس کے جنگل، دھن مٹریاں اور دلدل ہیں اور یہ سطح مرتفع سے ۳۵۰۰ قدم نیچے ہونے کے باوجود سطح سمندر سے اتنا ہی اونچا ہے۔

تعلقہ نیلگری کا رقبہ ۹۵۷ مربع میل ہے۔ اور آبادی ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔

وہ شمالی عرض البلد کے (۱۱) اور مشرقی طول البلد کے ۷۶ درجے پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں میسور ہے جنوب اور مشرق میں کوئمبتور ضلع ہے مغرب میں ملابار، جنوب میں کچھ حصہ وادیٔ بھوانی کا بھی ہے۔

اس کے دو بڑے لیکن غیر مساوی حصے ہو سکتے ہیں۔ ایک مشرقی دوسرا مغربی۔ ملا ان کے ساتھ ایک ٹیلوں کا سلسلہ شمالاً جنوباً واقع ہے۔ ان میں ڈوڈا بیٹہ (بڑا پہاڑ) سب سے اونچا یعنی (۸۸۳۷) فٹ بلند ہے۔ اس پر ایک مشہور رصد گاہ تھا جو ۱۸۴۷ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس میں خود نوشت آلات رکھے گئے تھے۔ کلرک دن میں ایک بار جا کر نوٹ کرتا اور نیا کاغذ رکھ دیتا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ رصد گاہ برخاست اور عمارت خالی کر دی گئی۔

عام نظارہ

سطح مرتفع کا اندرونی علاقہ زیادہ تر ناہموار پہاڑیوں پر مشتمل ہے۔ ان کے بیچ میں تنگ وادیاں ہیں جن میں بلا استثنا کوئی ندی نالہ یا دلدل واقع ہے۔ پہاڑیوں کی سطح پر خوبصورت جنگل ہیں جنہیں مقامی اصطلاح میں شولا کہا جاتا ہے۔
اس قدر چھوٹے رقبے میں اتنی قسم قسم کی خوبصورتیوں کا پایا جانا بہت نادر بات ہے۔ علاقہ کنڈا کی سفید چوٹیوں سے لے کر جہاں طوفان زدہ اور کائی گرفتہ جنگل اور تیز بو کی بدوضع گھاس ہوتی ہے اگر کوئی مسافر دو ٹمنڈ کے چشموں سے آراستہ سبزہ زاروں اور رنگ برنگ کے شولاؤں سے ہوتا ہوا مغربی ڈھلوانوں سے ٹراپیکل یا خط استوا کے قریب کے نباتات تک جائے تو ہر پانچ دس میل پر اسے ایک نیا علاقہ معلوم ہوگا جہاں کی آب و ہوا اور مناظر کو ایک دوسرے سے کچھ نسبت ہی نہیں۔ یہاں تک کہ ہر علاقے کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بارش کی مقدار بھی جدا ہے اور ۳۰۰ انچ سے لے کر ۱۵ انچ کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے نباتات بھی مختلف پیدا ہوتے ہیں۔ سطح مرتفع کے کناروں پر جو مناظر ہیں وہ خاص طور سے دلکش اور بے نظیر ہیں۔ ان میں سے نہایت عجیب میدان نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی سیاح [illegible] نظارہ باز کسی [illegible] تھوڑی دور [illegible] اور [illegible] وضع کی تنگ سایہ دار گزرگاہ

میں سے جہاں بلاک بری اور جنگلی گلاب کے کنج میں گے اس علاقے کو جاتے ہیں جہاں کھلے ڈھلوان میں، جہاں زور سے مگر خوشگوار ہوا چلتی ہے، جہاں جا بجا رھوڈنڈران کے لال پھولوں کے پودے پائے جاتے ہیں، جہاں متقاطع (INTERSECTED) وادیاں ہیں جن میں جانور چرتے پھرتے ہیں اور پھر گھنے جنگلوں میں سے (جن میں نادر اور خوبصورت فرن کے درخت عظمت اور بہار کا مظہر ہوتے ہیں اور جن کے سامنے انگلستانی خزاں کی رنگ آرائی بھی پھیکی اور حقیر معلوم ہوتی ہے) دیسی لوگوں کے ان دیہات کا رخ کرے جہاں زراعت وغیرہ کے خوبصورت نظارے پیش آتے ہیں تو وہ نظارہ باز اپنے آپ کو کسی پہاڑ کی چوٹی پر پائے گا جہاں سے چار ہزار سے چھ ہزار قدم تک یک بیک نیچے کا نظارہ حاصل ہوگا۔ جو بینین (KALEIDOSCOPE) کے کانچ کے ٹکڑوں کی طرح تھوڑی تھوڑی رنگ بدلتا رہے گا۔ صبح میں اس کو اپنے سے بہت نیچے ابر آرائی نظر آئے گی جو رفتہ رفتہ اوپر آ کر اس کے اطراف چھا جائیں گے پھر دوپہر میں مطلع صاف ہو جائے گا۔ اس وقت ایک وسیع سرخ میدان نظر آنے لگتا ہے جو سیاہ جنگلوں کی آڑ میں آ جاتا ہے اور اس میں جا بجا متفرق گول چھوٹے ٹیلے (HUMMOCKS) کھمبی کی شکل کے نظر آتے ہیں جو چوٹیوں کے جناتی گھر معلوم ہوتے ہیں اور جو نظر پر دھندلے نیلے نظر آتے ہیں جن کی چوٹیوں اور وادیوں میں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ اور یہ ایک ہر لحظہ بدلنے والا نظارہ ہوتا ہے۔ اس حالت میں جوں ہی آنکھ دور سے کسی پہاڑی سلسلے کو پہچاننے لگتی ہے جو دھوپ میں سرخ اور چمکدار معلوم ہوتا ہے، ایک نئے بادل کا سایہ پھر اس کو غیر مرئی بنا دیتا ہے اور پھر ایک دوسرے ہی سلسلے کی چوٹیاں اور وادیاں دور سے نظر آنے لگتی ہیں۔ ناہموار چوٹیوں پر جنگلی درخت گویا تصویر کے طور پر آویزاں ہوتے ہیں اور پہاڑی ہوا کی وجہ سے ٹراپیکل دھوپ سخت ہو جاتی ہے اور ہر طرف نظر آتی ہے۔

سطح مرتفع اور ڈھلوانوں کی عام حالت [illegible]

جس کی وجہ پہاڑی لوگوں کا غلہ اور دوسری چیزوں کا بکثرت کاشت ہوتا ہے۔ آسٹریلیا اور دوسرے غیر ملکی درختوں کے بونے سے بھی بڑے اثرات مترتب ہوئے ہیں۔

یہاں پہاڑیاں تو بہت سی ہیں مگر ان میں ڈوڈا بیٹہ سر بلند اور تاجدار ہے۔ تین اور قابل ذکر پہاڑیوں میں سے ایک "اسنوڈن پہاڑی" ہے۔ جو بالکل مخروطی اور ۸۲۹۹ فٹ بلند ہے۔ کلیا پہاڑی ۸۰۹۰ فٹ۔ یہ چاروں وادی اوٹکمنڈ کو گھیرتی ہیں۔

علاقہ وائناڈ تالو سے تلو سے تک سطح مرتفع سے الگ چیز ہے۔ اگر سطح مرتفع کے مغربی کنارے سے دیکھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک وسیع جنگل ہے جس میں جابجا ٹیلے ہیں۔ یہ مسلسل نظر آتا اگر یہ نہ ہوتا کہ دلدلی علاقوں میں چمکدار سبزی دھن فریوں کا ہونا بتلاتی ہے۔ لیکن جب سیاح کسی وادی میں اتر جاتا ہے تو پھر پہاڑیاں قابل لحاظ بلند نظر آتی ہیں۔ جنگل مختلف مقامات پر مختلف وضع کا ہے۔ شمال میں بین (BENNE) اور مدوملے (MUDUMALAi) کے گھنے جنگل ہیں جن میں پہلے بہترین ساگوان اور شیشم بھی ہوتا تھا۔ گدلور کے اطراف جو جنگل ہے اس میں فقط بانس کے لمبے لمبے درخت ہیں اور ان میں بڑی بڑی بیلوں کے اگنے سے عبور وگزار دشوار ہو گیا ہے۔ خصوصاً چیل سینڈھ کی خودرو جھاڑیاں جن میں رنگ برنگ کے پھول کھلتے ہیں، اور ان کے ساتھ چھوٹی کانٹے دار جھاڑیاں تو اور بھی ستم ڈھاتی ہیں۔ جنوب میں جنگل کسی قدر کھل جاتا ہے۔ پست پہاڑیوں پر بھدی گھاس اور چھوٹے چھوٹے تاڑ کے درخت ہیں اور بانس و چیل سینڈ کی بجائے چھوٹے چھوٹے جنگلی (FOrEST) درخت ہیں معادن طلا کے آس پاس یعنی "دوالا" اور "پنڈلور" کے قریب بہت سے ٹیلے ہیں جن پر چراگاہیں اور گھنے تاریک جنگل ہیں جن کو دیکھ کر کنڈا کا علاقہ یاد آتا ہے۔ اس سڑک پر جو ان دونوں گاؤں کے بیچ میں سے گزرتی ہے اور ملابار وائناڈ کی طرف جاتی ہے۔ اس میں نشیبی علاقے کے بہترین مناظر ہیں اور نیز وادی اکرلوئی کہ جس میں زندگی کے قریب ایسے مناظر دکھائی دیتے ہیں کہ خود سطح مرتفع پر بھی ان کا جواب نہیں۔ مگر دوسری راہ پر

ختم نہ ہونے والے جنگلوں میں سے گزرتی ہیں جن میں سے کچھ بھی بیرونی نظارہ نظر نہیں آتا۔ اور مسافر اپنے آپ کو گھاس میں گھسے ہوئے چوہے کے مانند محسوس کرتا ہے۔

وائیناڈ کی پہاڑیاں کسی قدر پست ہیں اور سب سے بلند مارون پن مدی ہے جو ۱۴۰۵ فٹ بلند ہے۔ اس میں اس قدر کثیر مقدار میں خام مقناطیسی لوہا ہے کہ اس کے آس پاس قطب نما بیکار ہو جاتا ہے۔ سوئی کی چٹان NEEDLE ROCK جو اسی سلسلے میں ہے۔ ایک بے گیاہ بھوری اور استرے کے مانند تیز پشت رکھنے والی تہ بہ تہ ابرق اور چقماق اور بلور کا مجموعہ ہے MASS OF GNEISS ہے جس کا ایک کنارہ بہت ہی تیز ہے۔

دریا اور آبشار نیلگری کی سطح مرتفع میں سینکڑوں ندی نالوں کا جال بچھا ہوا ہے جن میں سے اکثر دوامی PERENNIEL ہیں لیکن سب کی سب خوش منظر ہوں کہ سطح مرتفع بہت سی پہاڑیوں پر مشتمل ہے اس لئے نتیجتہً ہزاروں چھوٹے بڑے آبشار بھی پیدا ہو گئے ہیں جن میں سے اکثر عارضی اور برساتی ہوتے ہیں۔ یہاں پر ہر دو ٹیلوں کے درمیان تقریباً ہر جگہ ایک نالا بہتا ہے۔ جن سے جا بجا خاموش تالاب بن جاتے ہیں۔ یہ تالاب اور نالے بالکل اسکاٹ لینڈ سے مشابہ ہیں صرف مچھلیوں کی کمی کا فرق ہے۔ پانچ چھ میل کے بعد ان نالوں سے ایک ندی بن جاتی ہے۔ جو آگے چل کر دریا ہو جاتے ہیں۔ یہ سب ندیاں یا تو شمالی دریا موریا میں یا جنوبی دریا بھوانی میں آگرتے ہیں اور آگے چل کر کاویری میں شامل ہو کر میسور کو سیراب کرتے ہیں۔

وادی بھوانی اور دنایا کن کشتی رانی کے قابل ہیں۔ سب سے بڑی ندی پیکارا ہے جو پلیشو کے مغرب میں ہے۔ اس کے مشہور آبشار سے بجلی پیدا کرنے کے انتظامات ہوئے ہیں یہ آبشار ایک جگہ گر کھا کر رک جاتا ہے۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر دوسرا آبشار بناتا ہے۔ پہلا ۱۸۰ اقدام کا ہے۔ اور دوسرا ۰۰۱ اقدم کا۔ یہ ندی جب میسوری علاقے میں پہنچتی ہے تو موریا کہلاتی ہے۔

اور بھوانی میں شامل ہو جاتی ہے ٹوڈا قبیلے والے (اصلی باشندے) اس کو بہت مقدس سمجھتے ہیں۔

شمال مشرقی پلیٹو میں آدنج وادی کا پانی ایک ندی دریائے سویار میں چھوڑ آتی ہے یہ کوٹگیری، اور دم ہتی کے پہلے بڑا دلفریب علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ ساڑھے چار ہزار فٹ بلند ہے اور بلند پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہونے سے گرم علاقہ ہے۔ یہی وجہ ہے یہاں کے نباتات ٹراپیکل ہونے میں اور علاقوں کی نسبت زیادہ قوت رکھتے ہیں۔ یہاں پر اب بھی یہ میوے خوب پیدا ہوتے ہیں:- نارنگی۔ لیموں۔ انار۔ آم وغیرہ۔

یہاں پہلے خوب صورت جنگل تھے۔ مگر پہاڑی قبائل (بڈگا (BADAGA) کی زراعت سے اس کا بڑا حصہ اب جنگل نہیں رہا۔ اور ساتھ ہی وہ دلفریبی بھی رخصت ہو گئی۔

یہاں آبشاروں سے کئی جگہ برق پیدا کی جاتی ہے۔ کلاکمبی کا آبشار بلا انقطاع یہاں گرتا ہے۔ یہ یہاں کا سب سے بلند آبشار ہے۔

ارضیات اور معدنیات قدیم محققین کا خیال ہے کہ نیلگری پلیٹو کا بڑا حصہ بہت زمانہ پہلے تہ آب تھا۔ اس کی تائید میں وہ علاقے کا نشیب و فراز، گول پہاڑیاں، اور پہاڑیوں کی تہیں سمندر کے موجوں کے بہاؤ سے جس طرح کا کاٹ پیدا ہو جاتا ہے، اس کا وجود بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ مگر جدید نظریے اس کے خلاف ہیں۔ البتہ یہ اب بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ یہ پہاڑیاں کرۂ ارض پر ابتدا ہی سے موجود ہیں حالانکہ ہمالیہ کا ابھار بعد کا ہے۔

یہاں حسب ذیل قسم کے پتھر پائے جاتے ہیں:-

(۱) عمارتی پتھر ہے مگر کم ہے۔

(۲) چقماق (QUARTZ) ہے مگر سونا اور دوسری دھاتیں بہت کم مقدار میں مشتمل ہیں اس لئے نکالی نہیں جاتیں۔

(۳) ایک قسم کا ایندھن (PEAT) شہر کے اطراف کی دلدلی زمینوں سے نکالا جاتا ہے

(۴) چقماقی مٹی (KAOLIN) بہت ہے مگر لوہا زیادہ ملا ہوا ہونے سے برتن نہیں بنتے۔

(۵) گیروئی مٹی (OCHREOUS CLAYS) سفید، زرد، اور گلابی رنگ کی ملتی ہیں اور رنگین جو استرکاری میں کام آتی ہیں۔ اس کے برتن بھی ایک دفعہ نمائش میں نمایاں کیئے گئے تھے۔

(۶) لوہا۔ کم ہے مگر بعض جگہ پایا جاتا ہے۔

(۷) ابرق۔ چیرام باڑی (ڈسٹرکٹ کے مغرب) میں ملتا ہے اور کمپنیاں قائم تھیں۔

(۸) مقناطیسی لوہا۔ مرین ندی میں ملتا ہے۔

(۹) سونا۔ دریاوں کی ریت سے چھنا جاتا ہے۔ ایک زائد مرتبہ لاکھوں کروڑوں روپیوں کے سرمایوں سے بہت سی شراکتیں (کمپنیاں) قائم ہوئیں مگر جلدی ہی بے نفع ثابت ہو کر بند ہو گئیں۔ آلات جو بعض دفعہ منزل مقصود تک پہنچے بھی نہ پائے، اب تک اس کے علاقوں میں زنگ خوردہ پڑے ہوئے ہیں۔ کئی مرتبہ کے علمی امتحان احوال و تحلیل کے باوجود اس علاقے میں سونے کی اسقدر کم مقدار پائی گئی کہ خرچ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ کبھی زیادہ گہرائی کی کھدائی نہیں ہوئی۔

پھول | اوٹ گنٹہ میں ۳۱ مئی کو چند سال ہی سے سرکاری باغ نباتات میں ایک

پھولوں کی نمائش ہوتی ہے جو نیلگری میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں کے مختلف خطوں میں بارش سالانہ بتفاوت چالیس سے دو سو انچ تک ہوتی ہے جس کے باعث انواع و اقسام کے پھول پیدا ہوتے ہیں جن میں سے بعض جاڑوں میں کھلتے ہیں تو بعض دھوپ کالے میں بعض بارش میں تو بعض سال کے ہر موسم میں۔

نباتات اوٹی کے سرکاری باغ نباتات GOVT-BOTANICAL GARDEN میں کافور وغیرہ کے درخت ہیں جو آسٹریلیا، امریکہ وغیرہ سے لاکر لگائے گئے ہیں۔ اس میں ایک نباتات کے متعلق کتب خانہ بھی ہے جس میں وہاں کے پھولوں اور درختوں کے متعلق کئی قلمی تصویروں کے مجموعے (البم) بھی ہیں۔ یہاں داخلہ صبح سے شام تک مفت اور عام ہے۔ مختلف پودے فروخت بھی کئے جاتے ہیں۔ گورنر مدراس کا سرکاری گرمائی قیامگاہ بھی یہیں ہے۔

یہاں کے کم تر علاقے یعنی جہاں بارش کم ہوتی ہے نباتیاتیوں نے چھان ڈالے ہیں لیکن یہ صرف مشرقی حصہ ہے۔ مغربی ڈھلوان جہاں دو دو ڈھائی ڈھائی سو فٹ بلند درختوں کے ناقابل گزر مسکن امراض علاقے ہیں وہاں ابھی تلاش تحقیق کا بہت بڑا میدان ہے۔ درختوں میں جو بوئے جاتے ہیں خاص طور سے قابل ذکر سنکونا (کونین کا پودا) کافی اور چاء ہیں۔ یہاں سے چاء کی برامد بے حد کثیر ہے۔ اور عموماً بہترین تسلیم کی جاتی ہے۔

حیوانات شکار کے جانوروں کے لحاظ سے نیلگری اعلا و اسفل دو طبقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہر ایک سے خاص خاص جانور مخصوص ہیں۔ دونوں علاقوں میں مشترک پائے جانے والے جانوروں میں شیر، تیندوا، سانبھر، بھونکنے والی ہرن، جنگلی سور، اور جنگلی کتا شامل ہیں۔ اوپر کے علاقے سے جنگلی بکرا، جنگلی بلی، چار سنگھا ہرن، مخصوص ہیں۔ اور صرف نیچے علاقے میں یہ جانور پائے جاتے ہیں:- ہاتھی، ریچھ، چینکبری ہرن، چوہا ہرن، جنگلی بھینس اور سیندی ہرن۔ یہاں خرگوش اور لومڑی کا بھی شکار ہوتا ہے۔ ہاتھی بانس کے

ہنوں میں اور وائناڈ میں خاص کر بہت ملتے ہیں۔ سرکاری محفوظات میں تو قانون شکار رائج ہونے سے جانوروں کی نسل باقی رہتی ہے اور وہ شکار کے لئے مل سکتے ہیں لیکن وائناڈ میں جو خانگی زمینات ہیں وہاں اس بے دردی اور بے پروائی سے شکار ہوتا ہے کہ بہت سے جانور معدوم ہو چکے ہیں۔ اب تک دو قسم کے بندر اور تین قسم کے چمگادڑیں دریافت ہوئی ہیں۔ پرندوں میں بہت سی قسم کی چڑیاں، کبوتر وغیرہ ملتے ہیں۔ مچھلیاں بھی طرح طرح کی ملتی ہیں۔

وائناڈ کے علاوہ باقی علاقوں میں قانوناً شکار مشروط کر دیا گیا ہے مثلاً ۳۰ روپے فی کس دے۔ صرف ایک خاص موسم میں شکار کرے۔ فلاں فلاں جانور فلاں فلاں تعداد سے زیادہ نہ مارے جائیں۔ فلاں علاقے میں مطلق شکار نہ ہو۔ شکار کے جانوروں کے دشمنِ جان جانوروں کے قتل پر انعام کا مستحق ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

سیاسی تاریخ

چونکہ یہ سرد اور ناقابل گزر علاقہ رہا ہے اس لئے اس کی قدیم تاریخ واقعات سے خالی ہے، کیونکہ یہاں صرف چرواہے اور کسان بستے تھے۔ کوئی قلعہ نہ تھا جس پر قبضے کی کسی کو ہوس ہو نہ دولت ہی تھی جو حملہ آوری کی دعوت دے۔ یہاں پر کچھ کتبے بھی نہیں پائے جاتے۔ البتہ میسور وغیرہ آس پاس کے علاقوں میں جو کتبے ہیں اُن ہی میں کہیں کہیں اس کا بھی اشارۃً تذکرہ آگیا ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۳۰ مسیحی میں یہ علاقہ میسور کے مشہور گنگا خاندان کے تحت تھا۔ دو تین سو سال کے بعد جب اس خاندان کی جگہ کرمبا خاندان نے لے لی تو یہ علاقہ بھی اُن کے قبضے میں آگیا۔ بعد ازاں ہوئسالہ خاندان برسرِ اقتدار آیا جس کو دہلی کے سلطان بادشاہوں نے شکست دی یہ سنہ ۱۳۱۰ء کا واقعہ ہے۔ پھر وجیانگر کا مشہور خاندان اس علاقے پر قابض ہو گیا جس کا تلی کوٹہ کی معرکۃ عالم لڑائی میں دکنی بادشاہوں

کی متحدہ فوج نے خاتمہ کر دیا۔ یہ علاقہ کچھ عرصے تک سلطنت آصفیہ کے تحت بھی رہا۔

اس علاقے میں چند مقامات پر سونا نکالنے کے قدیم آثار ہیں جو اگرچہ ٹیپو سلطان غازی کی طرف منسوب ہیں، مگر اس سے پہلے کے معلوم ہوتے ہیں۔ اٹھارویں صدی کے آخری سال ٹیپو سلطان کے اور علاقوں کے ساتھ یہ بھی انگریزوں کے قبضے میں آگیا۔ ٹیپو سلطان کا ایک چھوٹا سا قلعہ اب تک کونور میں ہے۔

وائناڈ کے علاقے میں کئی سال تک کرالا ورما نامی راجہ سے مقابلے اور صلح ہوتی رہی۔ آخرکار ہزاروں جانوں اور لاکھوں روپے خرچ کرنے کے بعد کسی نہ کسی طرح وہ قتل کر دیا گیا جس کے بعد سے وائناڈ کی سیاسی تاریخ پرامن ہے۔

یہاں پر جو قدیم قبریں تھیں اُن کے کھودنے پر ہتھیار اور برتن دستیاب ہوئے۔ ان کا کچھ حصہ مخصوص اس میوزیم میں محفوظ ہے۔ بعض مقامات پر کچھ تحریرات بھی ملی ہیں مگر ان سے اس کی تاریخ پر کچھ روشنی نہیں پڑتی۔

صحت گاہ کیسے بنا؟

یورپی لوگوں کی آمد اس علاقے میں سب سے پہلے برطانوی قبضہ ۱۷۹۹ء کے دو سو سال قبل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ دو پرتگالی پادری چند عیسائیوں کی تلاش میں آئے تھے۔ متحف برطانوی (برٹش میوزیم) میں دو پرتگالی قلمی نسخوں میں ان کے واقعات تحریر کردہ موجود ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ان پادریوں کو عیسائیوں کا کچھ پتہ نہیں چلا البتہ انہوں نے یہاں کے باشندوں کے کچھ حالات اور یہاں کے جنگلوں وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ سنہ ۱۶۰۲ء کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ادھر پھر دو سو برس تک کچھ توجہ نہیں ہوئی۔ حتیٰ پرتگالی پادریوں سے قبل یورپیوں کی آمد و سیاحت کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔

ٹیپو سلطان غازی کے اس علاقے پر قبضے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی (شرکت شرق الہند) نے اس کے حالات دریافت کرنے اپنا ایک نمائندہ بھیجا۔ بعد ازاں اس کی پیمائش بھی کرائی گئی اور ان افسروں [illegible] قائم کر دیئے اور مالگزاری مقرر کی

واپس آگئے۔

اس کے دس بارہ سال بعد مسٹر سلی وان کو پیمائش کے لئے بھیجا گیا اور رفتہ رفتہ یہاں کی آب وہوا کی خنکی کو معلوم کر کے حکومت نے اس کی صحت بخشی کے متعلق پوچھ گچھ کیں۔ سلی وان کو اس علاقے سے عشق ہو گیا۔ اس نے یہاں ایک گھر بنایا اور باغ لگانے کی اجازت لی ۱۸۲۶ء کے ایک سفر نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سرکاری بنگلوں کے علاوہ کئی ایک اور مسافروں کے آرام کے لئے بن چکے تھے۔

اسی زمانے میں واٹناڈ تک سرکاری سڑکیں تیار ہو چکی تھیں اور میسور سے باقاعدہ آمد و رفت ہونے لگی تھی۔ نیز سر طامس منرو نے اُسے مریضوں کے لئے صحت گاہ بنانے کے لئے یہاں کے چند خانگی بنگلے دس ہزار روپئے کے معاوضہ میں خرید کئے۔ ایک سال بعد خود گورنر منرو نے اس علاقے کا معاینہ کیا اور مزید منظوریاں ہوئیں۔ چند ماہ میں منرو کا انتقال ہو گیا اور لشنگٹن اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اس بارے میں بڑی دلچسپی لی سڑکیں بنوائیں۔ خود معاینہ کے لئے آیا اور نو آباد بازار و بنگلے دیکھے۔ انتظامات میں مناسب تبدیلیاں کیں اور اپنے پانچ سالہ زمانے میں یورپ کو ایشیا میں موجود کر دیا۔

اس کی ترقی کبھی تیز کبھی سست برابر ہوتی رہی۔ ایک بار اس کا کچھ علاقہ ضلع کوئمبتور میں شامل کر دیا گیا مگر آخرکار ۱۸۶۸ء سے اس کو ایک علیحدہ تعلقہ بنا دیا گیا۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حکومت نے اس معاملے میں جو امداد دینی شروع کی وہ چند یورپیوں کے دلفریب روزناموں اور سفرناموں کی بدولت تھا جنہوں نے یہاں کی آب وہوا اور مناظر کی بڑی تعریف کی اور بیماریوں کے لئے ملکت اکسیر قرار دیا۔ اور سب سے بڑھ کر جان سلی وان کا رہنمایانہ طرز عمل اس جنت کی آبادی کے وجود میں بہت بڑا کارنامہ ہے جو اس نے مرتے دم تک متعدد حیثیتوں سے (بطور نو آباد کار ممبر کونسل، با اثر مشیر وغیرہ) جاری رکھا۔

آبادی

ضلع نیلگری بہت کم گنجان آباد ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے تعلقوں سے بھی اس کی آبادی کم ہے۔ سب سے گنجان آبادی کونور میں ہے۔ جہاں سوا دو سو آدمی فی میل بستے ہیں مگر یہ بھی صوبہ مدراس کے اوسط سے کم وبیش پچاس فی صدی کم ہے۔ یہاں کی آبادی میں آج کل تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے جس میں تارکین وطن اور مزدوروں کا بڑا حصہ ہے۔ اب ضلع نیلگری کی آبادی ڈیڑھ لاکھ سے کم نہیں۔

زبانیں اس علاقے میں مختلف قوموں کے بسنے سے زبانیں بڑی کثرت سے بولی جاتی ہیں اور یہ آٹھ زبانیں ان میں اہمیت رکھتی ہیں:۔ ٹامل، بدگا، کنڑی، ملایالم، اردو، تلنگی، انگریزی اور کرمبا۔ چونکہ یہ علاقہ کوئمبتور، مالابار اور میسور کی سرحدوں کے درمیان ہے اس لئے یہاں ٹامل، ملایالم اور کنڑی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہ مختلف قبائل سے مخصوص ہیں۔

قومیں ہندو ۸۰ کے قریب ہیں۔ عیسائی ۵ ہوں گے اور مسلمان پانچ چھ فی صد سے زائد نہیں ہیں[1]۔

مسلمانوں میں لبے اور ماپلے زیادہ ہیں اور وائناڈ میں تجارت انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں عیسائی مشنریوں کا بڑا زبردست جال ہے۔ ان میں دس پندرہ عقائد کے لوگ ہیں مگر سب سے زائد رومن کیتھلک ہیں۔

قدیم قبائل یہاں کے پہاڑی قدیم باشندے چار پانچ ذاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ چونکہ یہیں پائے جاتے ہیں اس لئے ان کا خاص طور سے تذکرہ ناموزوں نہ ہوگا۔ وہ

---

[1] ماپلے میں لی کا تلفظ کسی قدر ڑ سے مخلوط ہوتا ہے۔ اس آواز کے لئے لِ تجویز ہوا ہے۔

یہ ہیں :- بدگاہ ، کوتا ، ٹوڈا ، ارولاس ، کرمبا ، شتی ، پانیان

بدگا | یہ لفظ اصل میں "برگر" ہے جسے ابتدائی انگریزوں نے یہ صورت دے دی اور اب تک یہی لفظ رائج ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں شمالی۔ یہ باور کرنے کی وجہ ہے کہ یہ لوگ اب سے صدیوں قبل یہاں ترک وطن کر آئے تھے۔

ان کی زبان کنڑی تھی مگر اب اتنی بدل چکی ہے کہ اسے ایک علیحدہ زبان قرار دینا پڑتا ہے۔ یہ زراعت پیشہ ہیں مگر ان کے بعض افراد دوسرے پیشے اور کام بھی کرتے ہیں ان کے گاؤں میں قطار در قطار ایک منزلہ سرخ کویلو کے مکان ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک میں ایک "دودھ کمرہ" ہوتا ہے جس میں عورتیں اور بچے داخل ہونے سے روکے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل ان کے رسم و رواج کے ضمن میں کی جائے گی۔

یہ لوگ دو قسم کا غلہ: کُرالی، سمائی، بوتے ہیں جو ان کی غذا ہے۔ عورتیں سوائے ناگرنے کے دوسرے سب کاموں میں بڑا حصہ لیتی ہیں اور بڑی مشقت اٹھاتی ہیں۔ ان کے مرد شہروں میں آ کر محنت مزدوری سے ان غلوں کے سوا اتنا اور کما لیتے ہیں کہ ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو سکے۔ مگر عورتیں بہت کم اپنے گاؤں سے باہر جانے دی جاتی ہیں۔ برگر عورتوں کا لباس عجیب وضع کا ہوتا ہے۔ ان کی ساڑی ایک بڑے تہمد کے طور پر ہوتی ہے جو بغلوں تک آتی ہے۔ سر اور شانے کھلے رہتے ہیں۔ عورتوں کے سر اور بازو پر بچے ہوتے ہیں جو نقطوں اور لکیروں کی سیدھی سادھی وضع کے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جب سے کہ یورپی لوگ آ بسے ہیں خوش حال ہو گئے ہیں۔

ان میں چھ ذیلی ذاتیں ہیں جن میں سے بعض ان کے مذہبی رہنما ہیں اور بعض لوگ [illegible] سے اعلیٰ ذیلی ذات "وڈیا" ہے۔ یہ اب بھی میسور میں بڑے خاندانوں اور امراء میں ناموں کا جزو لفظ ہے۔

ان کے رسم و رواج میں "دودھ کمرہ" سب سے اہم ہے جب لڑکا نو برس کی عمر کو

پہنچ جاتا ہے تو پہلے پہل اس کو دودھ کی کوٹھڑی کے راز سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ اس میں آزادانہ داخل ہو سکتا ہے۔ اس رسم میں یہ ہوتا ہے کہ لڑکا ایک گائے کو دوھتا ہے اور کچھ دودھ گھر کے برتنوں میں ڈالتا ہے، کچھ رشتہ داروں کے منہ پر چھڑکتا ہے اور بقیہ اسی کمرے میں رکھ دیتا ہے تیرھویں سال اگر یہ لنگایت ذات کا ہے تو ایک لنگم حاصل کرتا ہے اور اس موقع پر بھی عجیب و غریب رسمیں ہوتی ہیں۔ جیسے مقدس آگ جلانی، دودھ چھڑکنا، سیوا کی پوجا وغیرہ۔ اور اسی رات ایک بڑی دعوت بھی دی جاتی ہے۔

لڑکیوں کی پیدائش پر ہی ان کی نسبت کر دی جاتی ہے اور دس روپے مقررہ رقم نسبت دی جاتی ہے، جو رد نہیں ہو سکتی۔ جب لڑکی سن بلوغ کو پہنچتی ہے تو اس موقع پر عجیب رسمیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ اسے ایک خاص جھونپڑی میں (جو ہر گاؤں میں پائی جاتی ہے) رکھتے ہیں یہاں تک کہ پورے چاند کی رات آئے۔ جب تک وہ وہاں رہتی ہے، گاؤں بھر کی نوجوان عورتیں آٹا لا کر پکاتی ہیں اور سب مل کر کھاتی ہیں۔ بدر کی رات کو وہ گھر آجاتی ہے۔ اس روز اسے ایک نیا لباس ملتا ہے اور وہ گھر کے باہر اس وقت تک بیٹھی ہے کہ چاند نکلے۔ اس وقت پانچ بڑی بوڑھیاں اسے گھر میں لے جاتی ہیں۔ زینہ پر منتظر ماں سلام لیتی ہے اور ایک مستقل گھر، اچھے خاوند اور تندرست بیٹے کی دعا دیتے ہوئے غذا کی رکابی دیتی ہے۔ اس میں سے وہ تھوڑا کھاتی ہے اور بقیہ گاؤں کے ہر گھر لے جاتی ہے۔ وہاں کی بڑھیا وہی دعا اسے دیتی ہے جو اس کی ماں دی تھی۔ اور تھوڑی سی غذا پلیٹ میں سے کھانے کو کہتی ہے۔ دو ایک روز بعد اس کے سر پر ٹیکہ لگایا جاتا ہے جس کے معنی اس کے قابل شادی اور قابل درخواست بیاہ کے ہوتے ہیں۔

وقّیا ذات کے علاوہ جس میں ماں باپ مختار ہوتے ہیں دوسری ذاتوں میں کورٹ شپ کا طریقہ رائج ہے۔ مرد و عورت اپنا شریک زندگی خود پسند کرتے ہیں اور

انہیں ایک دوسرے کے صفات پرکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ چنانچہ مرد لڑکی کے سرپرستوں کو چند تحفے دیتا ہے جس پر اُسے لڑکی کے ساتھ چند دن گزارنے کی اجازت مل جاتی ہے اور وہ میاں بیوی کے تعلقات رکھتے ہیں۔ لڑکی کو کوئی دھبہ نہیں لگتا خواہ مدت معینہ کے بعد وہ آپس میں شادی نہ کرنے کا فیصلہ کریں۔ ایسی نظیریں ملتی ہیں جس میں اس رسم سے بعض مرتبہ مرد ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

شادی کی رسمیں بہت سیدھی سادھی ہوتی ہیں اور وہ دولھے کے گھر میں انجام پاتی ہیں۔ چنانچہ لڑکی سسرال کے لئے پانی لانے جاتی ہے۔ گویا کہ وہ گھر کے کاروبار میں حصہ لے رہی ہے۔ اور سسرالیوں کو سلام کرتی ہے۔ اس موقع پر باجہ اور دعوت بھی ہوتی ہے۔ ایک جوڑے کی رقم دی جاتی ہے اور مہر بھی دیا جاتا ہے جو محنت و مشقت کرسکنے کی قابلیت پر دو سو روپیے تک پہنچتا ہے۔

عورت کے حاملہ ہونے تک عورت و مرد بلا کسی دھبے اور انگشت نمائی کے شادی فسخ کرکے علاحدہ ہوسکتے ہیں۔ البتہ نسبت اور مہر کی رقم واپس کرنی پڑتی ہے۔ مگر اس موقع کے بعد ساتویں مہینے ایک سنجیدہ رسم ہوتی ہے جس کے بعد طلاق یا خلع باقاعدہ "گاؤں کی مجلس" کی منظوری کے بعد ملتی ہے۔

طلاقیں بہت عام اور غیر معیوب ہیں۔ بچے باپ کو مل جاتے ہیں۔ طلاق عورت بھی دے سکتی ہے۔ اس رواج سے عورتوں کے اخلاق پر بہت اثر پڑا ہے۔ مگر غیر ذات کے مردوں سے تعلقات پر سخت سزا دی جاتی ہے۔ جو ذات سے خارج کر دینے پر مشتمل ہے۔

موت کے موقع پر ان کی رسمیں زیادہ عجیب ہیں۔ جو کوئی مایوس کن طور پر بیمار ہو جاتا ہے تو اسے ایک سونے کا ٹکڑا یا چار چھ آنے کا، دیا جاتا ہے تاکہ وہ اُسے نگل لے۔ پرواز روح کے بعد آس پاس کے گاؤں میں اس کی اطلاع کی جاتی ہے۔ یہ پیام رساں ہر گاؤں میں پہنچ کر اپنی پگڑی اتار لیتا ہے اور حالات بیان کرتا ہے۔ لاش ایک پلنگ پر

ڈال کر لے جاتے ہیں اور مردے کا ہاتھ ایک بیل کے سینگ پر رکھا جاتا ہے۔ پھر ایک گاڑی پر اُسے لے جاتے ہیں جس کے اطراف لوگ روتے اور ناچتے جاتے ہیں۔ باجہ بھی ہوتا ہے۔ گاڑی جلانے کے مقام پر پہنچنے کے بعد ایک بوڑھا اس کے تمام گناہ معاف کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ تمام گناہیں بچھڑے پر منتقل ہوگئیں اس کے بعد ایک بچھڑا جنگل میں چھوڑ دیا جاتا ہے (اب یہ آخری رسم بند ہو چکی ہے۔)

لاش کو جلاتے یا دفن کر دیتے ہیں۔ دفن کی صورت میں دوسرے دن قبر پر دودھ چھڑکا جاتا ہے۔ جلانے کی حالت میں چند ہڈیاں گاؤں کے ایک مخصوص غار میں احترام کے ساتھ رکھتے ہیں۔

ودیا ذات والوں کو ہمیشہ بیٹھی ہوئی حالت میں دفن کیا جاتا ہے جیسا کہ لنگایتوں میں بھی ہوتا ہے۔

طویل زمانہ کے بعد اس کی یاد میں ایک رسم ہوتی ہے چنانچہ ایک کئی منزلہ گاڑی بنتی ہے اس کے اطراف باجہ اور ناچ ہوتا ہے۔ یہ گاڑی بھی مرگھٹ پر جلا دی جاتی ہے۔

یہ لوگ بڑے کٹے مذہبی ہوتے ہیں اور شیو اور وشنو کی پوجا کرتے ہیں۔ نیز چند لوگ چھوٹے دیوتاؤں کو بھی پوجتے ہیں جن میں کبھی کبھی بزرگان خاندان بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہیتی نامی ایک ستی شدہ عورت کی پوجا بھی یہ لوگ کرتے ہیں۔ اس کے نام کے کئی مندر بھی مختلف مقامات پر ہیں۔ یہاں آگ پر چلنے کی رسم ہوتی ہے۔

ان لوگوں کو گانے بجانے کا بہت شوق ہوتا ہے .... ان کے ہاں چند طویل ہورونی نظمیں ہی گائی جاتی ہیں۔

کوٹا:- یہ لوگ پیشہ ور گویے اور حرفتی (ARTISAN) ہوتے ہیں اور کسی قدر زراعت بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی آبادی کل چھ گاؤں میں ہے۔ جن کو کوٹا گیری (محلہ) کہتے ہیں۔ ہر ایک گد لوہر ہے۔ ان کے مکان بڑے بڑے جھونپڑوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔

کو ہلو کا رواج بہت کم ہے۔ ان کے ہر مکان کے سامنے ایک ورانڈا ہوتا ہے۔
یہ لوگ بر گر قوم سے نسبتہً زیادہ کالے اور غلیظ ہوتے ہیں۔ عورتیں تاملیوں کی طرح لباس اوڑھتی ہیں یعنی کل ایک ساڑی بلا انگیہ کے۔ مرد بھی چونڈا باندھتے ہیں۔ یہ ہوشیار اور محنتی تو ہوتے ہیں۔ مگر نیچ ذات کے سمجھے جاتے ہیں اور مردہ جانوروں کی لاشیں بھی چٹ کر جاتے ہیں۔ نشیلی چیزوں اور خاص کر افیون کے تو دھنی ہوتے ہیں۔
مرد مختلف پیشے کرتے ہیں اور گا بجا کر روزی کماتے ہیں۔ عورتیں برتن سازی کرتی ہیں۔ ان کو دوسری ذاتوں کے قبائل سے غلہ اور جانوروں کی لاشیں مفت ملتی ہیں جس کے معاوضہ میں یہ ان کے مذہبی مراسم میں مفت باجا بجاتے ہیں
ان کے تین محلے ہوتے ہیں: اعلا، اوسط، اسفل۔ ان میں آپس میں بیاہ ممنوع ہے بلکہ دوسرے محلے میں سے ساتھی چنا جاتا ہے۔ شادیاں ماں باپ کرتے ہیں اور منگنی اس طرح ہوتی ہے کہ لڑکا خود کے لئے پسند شدہ لڑکی کے گھر جاتا ہے اور سسرالیوں کو سلام کرتا ہے اور چار آنے پیش کرتا ہے۔ بیاہ اس طرح ہوتا ہے کہ لڑکا مہر دے کر لڑکی کو اپنے گھر لے جاتا ہے اور ایک دعوت کرتا ہے۔ مرد کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں سوائے اس صورت کے کہ عورت بانجھ ہو۔ طلاق عورت کے بد مزاج، شرابی، بد اخلاق یا سست ثابت کئے جانے پر گاؤں کی مجلس کی منظوری سے ملتی ہے۔ ساتوں گاؤں کی ایک جنرل کونسل ہے جس میں اہم تر معاملے پیش ہوتے ہیں۔ اس میں ہر گاؤں کے بڑے بوڑھے ممبر ہوتے ہیں — تعجب ہوتا ہے جب ان "وحشیوں" میں اتنی تہذیب مشاہدہ کی جاتی ہے جو امریکہ سے زیادہ جمہوری حکومت قائم کرتی ہے اور شخصیت واستبداد کا نام ونشاں بھی نہیں ملتا۔
وضع حمل کے زمانے میں عورت ایک الگ جھونپڑے میں جا رہتی ہے۔ جس میں دو کمرے ہوتے ہیں۔ ایک زچگی کے لئے دوسرا بطور رہائش گاہ تا وضع حمل۔ وضع حمل کے بعد پورے چاند تک وہ یہیں رہتی ہے۔ اس کے بعد دوسری جھونپڑی میں منتقل ہو جاتی

گھر آنے پر دعوت ہوتی ہے اور لڑکے کا نام گاؤں کا سب سے بڑا بوڑھا رکھتا ہے۔ پہلوٹی لڑکے کا نام عموماً "کوٹان" ہوتا ہے اور پہلی لڑکی "مادی" کہلاتی ہے جو دو دیوتاؤں کے نام ہیں۔ موت کی رسمیں بر گروں کی سی ہیں۔

ٹوڈا۔ یہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ تمام چرواہے ہیں۔ انہیں دوسرے قبائل غلّہ بطور خراج دیتے ہیں کیوں کہ ابتدا میں اس قبیلے نے ہی دوسرے لوگوں کو بسنے اور زراعت کرنے کے لئے زمین عطا کی۔ بات یہ ہے کہ یہاں کے سب سے قدیم بسنے والے ہیں اور ان کے حقوقِ قبضہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ شروع شروع میں یورپیوں نے زمینات کا معاوضہ ان کو ہی دیا تھا۔ اب بھی بعض مقامات پر پٹّے کے طور پر سالانہ انہیں کچھ رقم دی جاتی ہے مگر حقِ قابضانہ کو حکومت نے بعد میں منسوخ کر دیا۔ اور صرف انہیں علاقوں کو جہاں یہ رہتے اور چراتے یا عبادت کرتے ہیں ان کی مقبوضہ تسلیم کیا۔

یہ لوگ سست اور انتہائی وحشیانہ (ARCADIAN) طور سے زندگی اپنی جھونپڑیوں میں بسر کرتے ہیں۔ جھونپڑیاں منتشر مجموعوں میں ہوتی ہیں جن کے چھت عجیب وضع کے واگن کے چھت کی طرح پر ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہمیشہ حد سے زیادہ خوش منظر مقاموں پر بنائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ جنوبی ہند کی عام حالت کے برخلاف طویل تر حسین تر ہوتے ہیں اور لباس، شباہت اور زبان میں اپنے ہمسایوں سے عظیم اختلاف رکھتے ہیں۔ جب یہ یورپیوں سے بات چیت کرتے ہیں تو دلچسپ مگر ندرانہ انداز اختیار کر لیتے ہیں۔ ان میں بعض جاہلانہ رسمیں بھی ہیں: جیسے بچوں کا مار ڈالنا، تعددِ شوہراں اور موت کے موقع پر بھینسوں کی قربانی وغیرہ —— جملہ معترضہ معاف، اب ان میں تہذیب بڑھتی جا رہی ہے۔ پروفیسر اسپیٹ کا بیان تھا کہ ان میں سے ایک بی۔ اے ہو چکا ہے۔

یہ چھوٹے قریوں میں جن کو وہ منڈ یا منڈتھ کہتے ہیں رہتے ہیں۔ جن میں عموماً صرف

چار پانچ جھونپڑے ہوتے ہیں یہ فرحت افزا مقامات پر واقع ہوتے ہیں۔ جیسے جنگل (اشو لالا) پانی کے کنارے ان کے مکان پلوں کے سے ہوتے ہیں۔ داخلہ سطح زمین کے قریب ہوتا ہے۔ جس کو طویل اولتیاں (EAVES) ڈھانپی رہتی ہیں۔ داخلہ اتنا نیچے اور اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ اندر جانے کے لئے چارپایہ بننا ضرور ہوتا ہے۔ یہ جھونپڑا باہر سے مضبوطی کی غرض سے مٹی کے چبوترے سے گھرا ہوا ہوتا ہے۔ اندر بھی دو چبوترے سونے کے لئے ہوتے ہیں اور بیچ میں ایک گڑھا غلہ رکھنے ہوتا ہے۔ گھر کی ایک دیوار بھی ہوتی ہے جس میں صرف ایک داخلہ بھینس گھسانے ہوتا ہے۔

ان کی دو بڑی ذیلی قسمیں ہیں۔ تارترا اور تیوالی جن کی پھر ضمنی قسمیں ہیں۔ یہ نہ زراعت کرتے ہیں نہ کوئی دوسرا کام۔ صرف گلے چراتے ہیں اور دودھ مکھن گھی وغیرہ پر بسر کرتے ہیں۔ جانور کا گوشت نہیں کھاتے۔ یہ صبح اٹھ کر سورج کو سلام کرتے ہیں اور شام کو چراغ کو۔ دھونے اور بلونے میں عورت کا مطلق حصہ نہیں۔ دودھ ان کے ہاں مقدس چیز ہے اور اکثر رسموں میں کام آتا ہی خاص خاص بھینسیں مقدس ہوجاتی ہیں اور ان کی ان کے گورو نگہبانی کرتے ہیں جن کا فقط یہی کام ہوتا ہے اس مقدس کام حاصل کرنے کے لئے سخت مشکلات برداشت کرنی پڑتی ہیں اور ذرا سی بات پر چھن جاتا ہے۔ دودھ کے کمرے میں صرف یہی داخل ہوسکتے ہیں۔

ان کے خاص دیوتاؤں کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ بہت کچھ ویسی ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک فانی ٹوڈا کرتا ہے۔ یعنی دیوتاؤں کے پاس دودھ کے کمرے اور بھینس ہوتے ہیں۔ مقدس دودھ کی کوٹھڑی اور مقدس بھینس اب بھی ایک حد تک دیوتاؤں کی خوشنودی کا باعث سمجھے جاتے ہیں اور اس کے نگہبانوں کو محترم ہستیاں سمجھتے ہیں۔ بوتا پہاڑ کی چوٹیوں پر مسکن رکھتے خیال کئے جاتے ہیں۔ مگر وہ انسان کو نظر نہیں آسکتے۔ ہر گھرانے کا مخصوص دیوتا ہوتا ہے۔

وضع حمل سے قبل ان کے ہاں بھی عورتیں الگ جھونپڑی میں بھیج دی جاتی ہیں مگر

عجیب رسمیں ادا ہوتی ہیں۔ ہاتھ جلائے جاتے ہیں اور دودھ پلا کر پاک کیا جاتا ہے۔
ساتویں مہینے تیر کمان کی رسم ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اور اس کا وہ شوہر جو بچے کا باپ تسلیم کیا جانے والا ہے گاؤں کے قریب ہی کسی شولے (جنگل) میں جاتے ہیں اور ایک خاص درخت میں ایک مثلث محراب (NICHE) بنایا جاتا ہے۔ جس میں چراغ روشن کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر میاں بیوی ایک خاص قسم کی گھاس کی کمان بناتے ہیں جس میں ایک دوسری نبات کا تیر جماتے ہیں اور وہاں آتے ہیں جہاں چراغ درخت میں جلتا ہے۔ شوہر بیوی ایک دوسرے کو اور دیگر رشتہ داروں کو سلام کرتے ہیں پھر شوہر اپنی بیوی کو تیر کمان دیتا ہے جو اس کو پکڑ کر چراغ کو گھورنے لگتی ہے تا آنکہ وہ گل ہو جائے پھر وہیں کھانا پکاتے ہیں اور رات شولا میں بسر ہوتی ہے یہ رسم پہلے حمل ہی میں ہوتی ہے یا اس وقت جب کسی نئے شوہر کو باپ بنایا جاتا ہے۔ کنواری عورت مر جائے تو ہاتھ جلانے اور تیر کمان کی رسمیں اس کے جنازے پر ادا ہوتی ہے۔
بچہ پیدا ہونے پر وہ پھر جھونپڑی کو واپس ہو جاتی ہے لیکن تین ماہ تک کوئی بچے کی صورت دیکھنے نہیں پاتا اس کے بعد نام رکھائی ہوتی ہے اور عقیقہ ہوتا ہے اور کچھ عرصہ بعد دھوم دھام سے کن چھدائی ہوتی ہے۔
موت پر جو رسمیں ہوتی ہیں وہ بعض وقت مہینوں تک ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ مرتے ہی تازہ تدفین GREEN FUNERAL ہوتی ہے اور کچھ عرصہ بعد خشک تدفین DRY FUNERAL ہوتی ہے جس میں متوفا کی چند یادگاروں کو بھی جلا دیا جاتا ہے۔ اور راکھ دفن کر کے ان پر پتھر کے دائرے جما دیے جاتے ہیں۔ جسے آزارم کہتے ہیں۔
تازہ جنازے میں لاش کو پورے لباس میں ایک جنازے پر دفن گاہ کو لے جاتے ہیں سب حاضرین اسے سر سے چھوتے ہیں پھر وہ ایک خاص طور سے تیار شدہ جھونپڑی میں رکھی جاتی ہے۔ عورتیں جمع ہوتی ہیں اور عجب طرح سے ماتم و بین کرنے لگتی ہیں چنانچہ وہ

دو مل کر بیٹھتی ہیں اور سب مل کر سر سامنے جھکاتی ہیں۔ یہ چیتا تیار ہونے تک جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد کی رسمیں مردے کے مرد عورت ہونے سے الگ الگ ہوتی ہیں چنانچہ مرد ہونے کی صورت میں ایک بھینسوں کو باندھنے کی جگہ کے داخلے سے مٹی کھودی جاتی ہے اور قریبی رشتہ دار تین مٹھی بھر مٹی احاطے میں ڈالتے ہیں اور تین مٹھی لاش پر۔ اگر وہ عورت ہوتی ہے تو بعض خاص پودوں کے پتے توڑ کر اس کے سیدھے بازو بند میں لگا دئے جاتے ہیں۔

پھر وہ بھینسیں لائی جاتی ہیں۔ اگر جنازہ مردانہ ہو تو ایک بھینس مقدس گلے میں سے ضرور ہوتی ہے۔ انہیں وہ ڈرا بھگا کر پکڑتے ہیں اور معینہ مقام پر مار ڈالتے ہیں۔ (پہلے زیادہ ماری جاتی تھیں اب حکومت نے تعداد مقرر کر دی ہے) مارنے سے پہلے بھینسوں کے گلے میں رسی ڈالی جاتی ہے۔ اور پیٹھ، سر اور سینگ پر مسکہ ملتے ہیں پھر کلہاڑی کی پشت سے مار ڈالتے ہیں پھر اس کی لاش مردے کے قریب لائی جاتی ہے۔ اور مرد ہو تو اس کے سیدھے ہاتھ سے ورنہ پاؤں سے اس کی سینگ چھواتے ہیں۔ پھر دوسرا جانور مارا جاتا ہے۔ بعد ازاں سب لوگ جمع ہو کر ماتم کرتے ہیں۔ ماتم دو دو مل کر کرتے ہیں اور بار بار اپنا ساتھی بدلتے ہیں۔ جوں ہی نیا ساتھی آتا ہے تو ان میں سے کم سن معمر کو سلام کرتا ہے۔ کچھ دیر بعد قریبی رشتہ داروں کی بیویاں لاش پر ایک کپڑا ڈالتی ہیں۔ کپڑا ایک قریب ترین رشتہ دار کا عطا کیا ہوا ہوتا ہے لاش چیتا پر رکھ کر جلا دی جاتی ہے جس کے بعد کھوپڑی اور سر کے بالوں کا گچھا جو جلانے سے پہلے کاٹ لیا جاتا ہے خشک تدفین کے لیے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ کوٹا قوم کے لوگ باجہ بجاتے ہیں اور بھینسوں کا گوشت لے جاتے ہیں۔

خشک تدفین میں ایک سے زیادہ کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ اس موقع کے لیے بھی صرف دو بھینسیں مارنے کی اجازت ہے سنہ ۱۹۰۷ء کا تذکرہ نگار لکھتا ہے کہ ہر شخص کی یادگار چیزیں دبال (کھوپڑی) ایک خاص جھونپڑی میں رکھی جاتی ہیں اور خشک تدفین کے موقع پر بھی تازہ تدفین کی طرح آہ و بکا کیا جاتا ہے۔ اور پیشانی سے پیشانی ملا کر ماتم کیا جاتا ہے۔

اور مٹی مُردوں کی یادگار پر ڈالی جاتی ہے۔ اسی طرح بھینسیں بھی ماری جاتی ہیں اور مردے کی یادگار ان کی سینگوں کے پاس لاکر رکھی جاتی ہے۔ مرد اپنی مخصوص سنجیدہ بھدی طرح جھونپڑی کے اطراف ناچتے ہیں۔ اور اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک خاص لٹھ ہوتا ہے جو کوڑیوں سے آراستہ ہوتا ہے۔ کھانا تقسیم کیا جاتا ہے اور پھر حاضرین کا بڑا حصہ منتشر ہو جاتا البتہ قریبی رشتہ دار شام تک ٹھیرتے ہیں اور رازارم یعنی قبر کے منہ کے پاس ایک سوراخ کیا جاتا ہے اور مُردے کی بچی ہوئی یادگار چیزیں اور غذا، گرہستی کی چیزیں وغیرہ لاکر جگر پاٹس رونے کے دوران میں جلا دیے جاتے ہیں جو باجا بجتا ہے اور راکھ سوراخ میں ڈال کر اوپر ایک پتھر رکھ دیا جاتا ہے۔ تین دفعہ اس کے اطراف گھنٹی بجائی جاتی ہے، ایک نیا برتن پتھر پر پھوڑا جاتا ہے۔ اور رسوم ختم ہو جاتے ہیں۔ مردہ بچوں پر رسمیں نہیں ہوتی ہیں۔ دو سال سے کم عمر والوں کے لیئے دونوں ایک ہی دن ہو جاتی ہیں۔

مرنے کے بعد مردوں کی روحیں "امن ارڈر" جاتی ہیں جس کا راستہ مقرر ہے۔ مگر روحیں اس وقت تک روانہ نہیں ہوتیں جب تک "خشک تدفین" عمل میں نہ آجائے۔ روحوں کی سڑک کا راستہ مغرب میں کنیدا کی طرف افلانش (AVELANCHE) ندی کے اوپر ہے۔ یہاں دو راستے ہو جاتے ہیں۔ جو افلانش پہاڑوں کے پیچھے جاکر مل جاتے ہیں۔ جب روحیں یہاں پہنچ کر اسے چھوتی ہیں تو دنیا کی محبت بھول جاتی ہیں اور اس سے ذرا آگے ایک پتھر ہے جس پر مارنے سے تمام بیماری وغیرہ بھول کر صحیح وسالم ہو جاتے ہیں پہاڑ کے قریب ایک ندی پر دھاگے کا پل ہے۔ اس پر سے گزرتے وقت بدکار تو ندی میں گر جاتے ہیں اور نکوکار پار ہو جاتے ہیں۔ ندی میں LEACHES ہوتے ہیں۔ بدکاروں کی روحیں بھی آخر کار امن ارڈر پہنچ جاتی ہیں۔

یہ لوگ اپنے مردوں کا ہرگز نام نہیں لیتے وہ ان سب کو آبو کہتے ہیں۔

ہفتے میں ایک دن تعطیل کا ہوتا ہے جس میں عورتوں اور رقم کے گھر سے باہر

نکلنے کی ممانعت ہے۔ مگر آج کل عورتیں صبح سے پہلے گھر سے نکل جاتی ہیں اور شام کے بعد آتی ہیں۔ رقم ایک دن پہلے کسی مقام پر گھر سے باہر دفن کر دی جاتی ہے۔ جو تعطیل کے روز کھود کر خرچ کر لی جاتی ہے۔ ان کی تعداد مردم شماری کی رو سے بڑھ رہی ہے۔ مگر عورتیں مردوں سے کم ہیں جو عورت کشی کا نتیجہ تھا۔ مگر اب توازن برابر ہونے کے آثار ہیں۔

شوہروں کا تعدد جو عموماً بھائی ہوتے ہیں ان میں مروّج ہے۔ اور اپنے شوہروں کے علاوہ عورت کئی مسلّم محبوب بھی رکھ سکتی ہے۔ ان میں آپس میں بیاہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ لڑکی کشی کی ممانعت ہے عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے لیکن تعدد شوہراں کا رواج کم ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔

ان میں شادی ایک کمزور رشتہ ہے۔ عورتیں عموماً ایک یا متعدد شوہروں سے دوسروں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ اس کے لئے جدید شوہروں کو صرف چند بھینسیں دینی پڑتی ہیں جن کی تعداد کا تعین پنچایت کرتی ہے۔ اسی وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ پنچایت کو رشوت دی جانے لگی۔ اب حکومت نے قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ اگر کوئی نکاح سے پہلے راضی خوشی سرکاری ضابطۂ نکاح منظور کر لے تو اس پر پنچایت کا فیصلہ موثر نہیں ہوگا بلکہ سرکاری قانون کے مطابق عمل ہوگا۔

طلاق حمق اور کام نہ کرنے پر مرد دیتا ہے۔ زنا بدکاری نہیں سمجھی جاتی۔ اس پر کبھی طلاق نہیں دی جاتی۔ یہ عام طور سے مشہور ہے کہ شہروں کے قریب ان کے مندولوں (گاؤں) میں غیر قوموں سے ناجائز تعلقات عام رہتے ہیں لیکن ان کے بچوں کی نسبت سے بہت کم اس کی صحت کا یقین ہو سکتا ہے۔

ان میں قدیم زمانے میں ایک کھیل رائج تھا جس میں گول بڑے پتھر کندھے پر اٹھاتے تھے۔ اس کے آثار اب بھی بعض جگہ ملتے ہیں۔ مگر موجودہ نوجوان کو بمشکل اٹھا سکتے ہیں۔

ارالو اور کرمبا

دو جنگلی قبائل ہیں جو اس سطح مرتفع کے علاوہ بعض اور جگہ بھی پائے جاتے ہیں۔ ارالو پستہ قد، کالے اور زراعت پیشہ ہوتے ہیں، گائے

پاتے ہیں۔ عورتیں ان کے ہاں بھی دودھ سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ یہ لوگ بگڑی ہوئی بابل بولتے ہیں اور جوار اور قہوے کی کھیتوں پر کام کرتے ہیں اور اب پہلے کی نسبت مہذب ہو چکے ہیں

پھوپی کی لڑکی سے ہر شخص دعوے سے شادی کر سکتا ہے ماں نسبت کرتی ہے اور دولہے کے رشتہ دار لڑکی کے گھر جاتے ہیں (دولھا نہیں جاتا) لڑکی ان کے حوالے کر دی جاتی ہے شادی لڑکی جوان ہونے پر ہوتی ہے اور طلاق باہمی رضامندی سے ہوتی ہے۔ بیوہ مکرر شادی کر سکتی ہے۔ جب کوئی بڈا آدمی مرتا ہے تو خاندانی کڑمبا آتے ہیں جن میں سے ایک مردے کا سر مونڈھتا ہے اور اسے غذا اور کپڑا دیا جاتا ہے۔ کپڑا وہ سر سے لپیٹ لیتا ہے۔ اس سے مردے کی نجات یقینی سمجھی جاتی ہے۔ قبر میں قندیل، کلہاڑی اور چھتری رکھے جاتے ہیں۔

کڑمبا

کی تین ذاتیں ہیں جو تین مختلف حصوں میں رہتی ہیں۔ ان لوگوں میں خاص روحانیت سمجھی جاتی ہے اور ان سے برکت اور دفع بلا طلب کی جاتی ہے سنہ ۱۹۱۳ء میں بھی ایک مرتبہ بلا دفع نہ ہونے پر برگروں نے ان پر حملہ کر کے قتل عام کیا تھا۔

نکاح بہت سادگی سے ہوتا ہے۔ صرف انتخاب کا اعلان اور عام دعوت ہوتی ہے لڑکی بالغ ہونے پر دس دن تک ایک نئی جھونپڑی میں جسے اس کا بڑا بھائی بناتا ہے رشتہ داروں سے ملاقات کرتی ہے۔ بعد ازاں غسل کر کے گھر آتی ہے۔ نسبت گو بہت پہلے ماں کر لیتی ہے لیکن نکاح بلوغ کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اس وقت لباس کا جوڑا بدلی ہوتا ہے۔ دونو گھرانے یکجا ہو کر کھانا پکاتے ہیں۔ دولھا دلھن ایک ہی برتن میں کھاتے ہیں پھر انہیں ایک جھونپڑی میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اور اسی پر رسمیں ختم ہو جاتی ہیں بیوہ نکاح کرتی ہے مگر رسمیں نہیں ہوتیں۔ انتخاب عورت والے کرتے ہیں اور منظوری کے ساتھ ہی دونو مل کر رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ طلاق صرف مرد دیتا ہے۔ ان میں بوڑھے مرد جلائے جاتے ہیں باقی دفن۔

قبائل پر ایک نظر برگر اور ٹوڈا برابر درجے کے شمار ہوتے ہیں کوٹا کم درجے کے ہیں آخر الذکر سب قبائل کی موسیقی گری، لہاری، نجاری، حدادی وغیرہ انجام دیتے ہیں اور ٹوڈا قبیلے کو جنازے میں کام آنے والی چیزیں اور نقد رقم دیتے ہیں کیونکہ وہ ان کو مردہ جانور دے دیتے ہیں اور ان کے جنازے میں گھی اور بچھڑا دیتے ہیں۔

ٹوڈا اور کوٹا قبیلے والوں میں ہر سال گھی اور غلہ بدلی بڑی رسموں سے انجام پاتی ہے۔

کرمبا اور رارا کو الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اول الذکر ٹوڈا والوں کو جنازہ لے جانے کی لکڑیاں مہیا کرتے ہیں، اور آخر الذکر باقی قبائل سے جادوگری کے سلسلے میں ہی ملتے ہیں۔

ان کے حالات کا یونان، روم اور خود ہندوستان کی قدیم مہذب قوموں سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نیلگری کے یہ قبائل بھی تہذیب کے کس درجے تک پہنچ چکے ہیں خصوصاً عقائد میں تو یونانی و رومی میتھالوجی (صنمیات) سے یہ اس قدر قریبی تعلق رکھتے ہیں کہ بعض جگہ ان کے یونانی یا رومی ہونے کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ بہرحال یہ قدیم ہند کی یادگار ہیں اور ریڈ انڈینا (امریکی ہندی یعنی امریکہ کے اصلی باشندوں) کے برخلاف ان کی نسلی ترقی ہو رہی ہے جو ایک خوش آئند مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔

زراعت

غلہ دیسی لوگ بوتے ہیں اور دوسری چیزیں عموماً پردیسیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ یہاں زمین رعیت واری ہے، نہ زمینداری یا انعام نہیں۔

غلوں میں چاول، کورل، راگی، جو، گیہوں، روغنی غلے، مسالے وغیرہ بہیں پیدا ہوتے ہیں۔ کافی، چائے اور کونین کا درخت سنکھونا بکثرت ہوتے ہیں۔ ہر قسم کے سبزی میوے ہوتے ہیں مثلاً سیب، ناشپاتی، کونیں، آڑو، شفتالو، خوبانی، آلو بخارہ، بیر، اخروٹ، چیری، انگور، بری، رازبری، اسٹرابری، ٹل بیری، انجیر، انگو، بہی، نارنگی، لیمو، انار وغیرہ وغیرہ خوب ہوتے ہیں۔

جنگلات آسٹریلیا کا درخت نیلا گوند (BLUE GUM) بونے سے لکڑی کے متعلق بہت بڑا مرحلہ طے ہوگیا۔ یہ درخت یہاں خوب پھیلتا ہے۔

پیشے صنعتی اور حرفتی پیداوار سب باہر سے آتی ہیں یا چند تارک الوطن باشندے انجام دیتے ہیں۔ درآمد میں تمام سامان معیشت ہے اور برآمد میں کافی، چاء، کونین آلو وغیرہ ہیں جو یہاں پیدا ہوتے ہیں۔

ذرائع آمد و رفت ریل، موٹر، بنڈی، گھوڑا اور پیدل چلتے ہیں۔ ریل بہت بڑے مصارف سے پہنچائی گئی ہے۔ اور ایک عجیب و غریب چیز ہے۔ یہ مدراس و جنوبی مرہٹہ ریلوے سے مٹاپالم پر ملتی ہے۔ مٹاپالم کو میسور سے ملایا جارہا ہے اور میسور سے پچیس تیس میل تک افتتاح بھی ہوچکا ہے۔

سڑک سے مسافت

سے	کو	میل	فرلانگ	سے	کو	میل	فرلانگ
اوٹی	کونور	۱۲	۰	اوٹی	اقلانش AVELANCHE	۱۶	۰
کونور	کلتر	۱۵	۰	”	کوٹ گری	۱۸	۰
کلتر	مشاپالم	۹	۰	”	دیوشولا	۱۰	۳
اوٹی	کال ہٹی	۱	۱	”	میں پالی	۶	۰
کال ہٹی	سن گڑی	۱۰	۲	میں پالی	دریار کاٹری	۵	۶
اوٹی	پائے کارہ	۱۲	۰	کونور	ڈالفن کی ناک DOLPHIN'S NOSE	۴	۰
”	” ” آبشار	۱۷	۳	”	کوٹے گری	۱۲	۰

موسم بارش کا ضلع میں اوسط ۶۴ سے ۹۰ تک ہے باوجودیکہ اوٹی میں جنوب مغربی اور شمال مشرقی دونوں موسمی ہواؤں (مانسون) سے بارش ہوتی ہے مگر سب سے بہتیں ہوتی ہے جنوب مغربی موسمی ہواؤں سے ستمبر تک چلتی ہے اور انتہائی مغربی علاقے میں اس کو خوب

بارش ہوتی ہے اور مشرق میں کم سے کم ہوتی چلی جاتی ہے چنانچہ اپورلا میں ۱۴۳" اور کونور میں ۶۱" ہوتی ہے۔

شمال مشرقی ہوا اکتوبر سے دسمبر تک چلتی ہے۔ اس سے مشرقی علاقے خوب سیراب ہوتے ہیں اور اس کا اثر مغرب کی طرف کم ہوتا چلا جاتا ہے۔

جنوری سے مارچ تک گرمی کا موسم ہے اور صرف کونور وغیرہ مشرقی علاقوں میں دو انچ تک بارش ہو جاتی ہے۔ ورنہ اور کہیں نہیں۔ اپریل میں سب علاقوں میں بلا استثنا برسات ہوتی ہے اور سات سے دس انچ تک پہنچ جاتی ہے۔

بارش کی اس غیر مساوی تقسیم سے بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ مسکن کے انتخاب میں اور ہمیشہ رطوبت خواہ پودوں کی زراعت کے سلسلے میں وسیع علاقہ انتخاب طلب ہوتا ہے۔

برف یہاں کبھی نہیں گرتی۔ مگر اولوں کے ساتھ طوفان غیر عام نہیں۔ اولے چوڑے اور دو پیسے کے برابر گرتے ہیں۔ ان سے کافی اور سنکونا وغیرہ کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔

طغیانیاں یہاں پیش نہیں آتیں کیونکہ ندیاں بہت گہرائی میں بہتی ہیں۔ ان سے آدمیوں کو جانی نقصان تو نہیں ہوتا لیکن پل اور سڑکیں خراب ہو جاتی ہیں

آب و ہوا معتدل اور مستوی ہے۔ گرمی تمام سال بھر میں ۵۶° اور ۶۲° ہی کا فرق ہوتا ہے جس سے موسمی یکسانیت کا پتہ چلتا ہے اور ان سے یقینی طور سے پتہ چلتا ہے کہ کرہ زمین پر نیلگری سب سے معتدل ملکوں میں سے ایک ہے۔

ڈاکٹر بیکی (BAIKIE) کا خیال ہے کہ "یہاں کا موسم سرما شمالی ایران کے موسم سرما کے مانند ہوتا ہے یا کم از کم جنوبی فرانس کے خزاں کی طرح اور موسم باراں بہت کچھ جنوبی انگلستان کے سرما سے ملتا جلتا ہے اور یہاں بھی دو موسم سال بھر میں آتے ہیں"۔ وائناڈ میں ملیریا ہونا سی باقی علاقوں میں کوئی مستقل بیماری نہیں آتی ہے

جون سے وسط اگست تک اوٹی میں موسم سال کا سب سے زیادہ صحت بخش اور بغیر شدید ہوتا ہے

اوٹی	۷۲۲۸ قدم بلند	۴۹ انچ بارش	۵۷ درجہ اوسط گرمی
شملہ	۷۲۲۴ " "	۶۴ " "	۵۵ " " "
دارجیلنگ	۷۳۷۶ " "	۱۲۵ " "	۵۳ " " "

اوٹکمنڈ

اوٹی میں ایک مختصر قیام سے جس قدر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، لوگ عام طور پر اس سے بہت کم فائدہ اٹھاتے ہیں وہ بمشکل یقین کر سکتے ہیں کہ مٹاپالم سے جہاں وہ پنکھوں کے نیچے بھی گرمی گرمی کرتے رہتے ہیں ریل اور تانگے میں تین ہی گھنٹے سفر کریں تو ایک ایسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں گرم ترین لباس ضروری ہے۔ اگر اس اختلاف سے سربراہ ہونے کی پوری تیاری نہ کی جائے تو جگر پر سردی کا اثر ہو جاتا ہے۔ اگر وہ یہاں سورج کی پرواہ نہ کریں جو انگلستان سے صرف ذرا ہی زیادہ گرم ہوتا ہے اور ٹوپی پہنے رہنے کا میدان سے کم لحاظ کریں تو عرض البلد اور رفعت مقام کے نتائج انہیں اس خطا کی سزا دیتے ہیں اور اگر وہ پہاڑی ہوا سے بہت ہوکر غیر معمولی عملی کام کریں اور بھوک بڑھا کر پہاڑ پر پیدا ہونے والی نفیس چیزیں خوب کھائیں تو انجام بھگتنا پڑتا ہے۔ ابتدائی آٹھ دس روز جب تک کہ ہوا مانوس نہ ہو جائیں، انسانوں اور گھوڑوں کو گرم ترین لباس، معمولی کام اور ہلکی غذا استعمال کرنی چاہئیں بہر تو ان لوگوں کے لئے بہتر تو یہ ہے کہ پہلے کم بلند مقامات پر سفر منقطع کر دیں پھر یہاں آئیں کونور ولنگٹن یا کوٹ گری میں ٹھہرتے ہوئے اوٹی آئیں تو طول البلد اور سردی کی تبدیلی اچانک نہ ہوگی۔

نیلگری میں تین مختلف بلحاظ مقام ہونے کی وجہ سے اسے بڑے فوائد اور بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ کونور سب سے نچلا درجہ ہے جہاں کی آب و ہوا گرم تر اور نم تر ہے۔ کوٹ گری وسطی ہے جو بلند تر سرد تر اور خشک تر ہے۔ اور اوٹی جو سب سے بلند ہے نیلگری میں سرد و خشک ترین مزاج ہے۔ مگر وہ اشخاص جو بلند اور سرد مقام کی آب و ہوا کا

مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دونوں پست تر مقامات کو اپنے لئے نہایت موزوں پاتے ہیں۔ ان تینوں مقامات میں موسموں کے لحاظ سے تبدیلی کرنے پر بارش سے بہت کچھ محفوظ رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اوٹی میں شمالی مشرقی اور باقی دو میں جنوب مغربی برشکالی ہوائیں موثر نہیں ہوتی ہیں۔

وائناڈ کے علاوہ جو ملیریا کا گھر ہے، دوسرے علاقوں میں کوئی مستقل بیماری نہیں آتی البتہ ہیضہ، چیچک اور طاعون کبھی کبھی پائے جاتے ہیں۔ اس علاقہ میں کئی ایک دواخانے اور شفاخانے ہیں کونور کا یہاں دیوانے کتے کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے، بہت مشہور ہے۔

تعلیمی حالت میں یہ مقام بہت ممتاز ہے چنانچہ مردوں اور عورتوں کے متعلق علی الترتیب عیسائیوں میں ۵۰ و ۳۰ مسلمانوں میں ۴۰ و ۵ اور ہندوؤں ۱۰ و ۱ فی صد ہے۔

نیلگری کی ڈیڑھ لاکھ آبادی میں سے اوٹی میں بیس ہزار باشندے پائے جاتے ہیں

یہاں کی عمارتوں میں سے لارنس میموریل اسکول صرف انگریزوں کے لئے مخصوص ہے یہ سرہنری لارنس کی یادگار میں ہے۔ نیلگری لائبریری میں سب سے اعلا درجے کا کتب خانہ ہے اتفاقی وقتیہ ممبروں کو ماہانہ پانچ روپے اور پندرہ دن سے کم کے لئے ڈھائی روپے دینے پڑتے ہیں۔ اس کی خوبصورت عمارت عام دفاتر کے پیچھے ہے۔ جامع مسجد ریلوے اسٹیشن کے قریب گھوڑ دوڑ کے میدان کے سامنے واقع ہے۔ اس میں مسلمان مسافروں کے لئے متعدد کمرے ہیں گرجا سنٹ اسٹیفن جس کی بنیاد ۱۸۲۹ء میں ہوئی ٹیپو سلطانی محل لال باغ واقع سرنگاپٹم کو گرا کر اس کے چوبینے سے تعمیر کیا گیا تھا

مسافر بنگلے مجلس تعلقہ کی جانب سے پائے کارا (اوٹی سے ۲۱ میل) ندوٹم (۱۲ میل) کل ہٹی (۸ میل) مسن گڑھی (۱۸½ میل) دیوالا (۲۲ میل) چرم پاڑی (۴۵ میل) نرگانی (۳۹ میل) نلاکوٹہ (۴۱ میل) افلانش (۴۴ میل) میں موجود ہیں ان میں فی کس روزانہ (عہ) لیا جاتا ہے۔ چھ گھنٹوں سے کم کے لئے (۸/) خاندان کے لئے دو روپئے روزانہ اور اصطبل کے لئے ۴/ دینے ہوتے ہیں افلانش کے اخراجات اس سے دگنے ہوتے ہیں۔

یہاں کے عام اداروں میں Y.W.CA بوائے اسکاوٹ، گرل گائڈ، Y.M.C.A اوٹ کنڈ کیچ پیلیس اور جعفر محمد دواخانہ مشہور تر ہیں۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کی پہاڑی لارڈ ولنگڈن گورنر کے عہد میں مفت عطا ہوئی تھی۔

موٹری یا پیدل سیر

(۱) کنی مارا روڈ پر سیگور روڈ پر سے ہوتے ہوئے گھاٹ پر ٹھہر کر سیگور وادی کا نظارہ کرنا چاہیئے۔ یہیں میسوری گھاٹی ملتی ہے جس میں پانی کئی جگہ پتھروں میں سوراخ کرکے گرتا ہے۔ یہاں کا نظارہ بڑا نظر فریب ہے۔ دو طرف دو پہاڑ میں جو نیلگری کی حد بناتے ہیں۔ ان کے پیچھے بہت ہی نیچے میسوری میدان ہیں جن کی سرخی مائل بھوری رنگت نیلگری کی سبز دنیا سے بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کے بیچ میں سے وہ پانی ندی بن کر بہتا ہے جو آبشار میں سے گرتا ہے۔ سامنے کا میدان جو میلوں تک کھلا ہوا نظر پڑتا ہے تالابوں کھیتوں اور شہر یا ہے نجن گڑھ و گنڈل پیٹ کے نظارے پیش کرتا ہے۔ اگر میسور دامن کوہ میں آباد نہ ہوتا تو وہ بھی نظر آسکتا۔ وادی میں اتر کر دامن کوہ سے پہاڑ کی چوٹی پر نظر ڈالنے سے کئی کئی سو فٹ بلند درخت جو ناظر کے مقام سے کئی سو فٹ بلندی پر اگے ہوئے ہوتے ہیں آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں اور کافی کے کھیتوں کا سہانا سماں نظر کو لبھالیتا ہے۔ یہاں بعض خانگی باغ بھی ہیں جن کے گوناگوں اشیاء آم۔ انار۔ انجیر۔ آلو بخارا۔ خوق۔ اخروٹ۔ امرود چکوترے۔ انگور۔ بہی وغیرہ وغیرہ کے درخت متعدد قسم کی ترکاریاں اور ربڑ و کافور کے درخت نباتیات کے طالب علم کو اچھا مطالعہ گاہ پیش کرتے ہیں۔ جا بجا قدیم زمانے کے رہنما پتھر نظر آتے ہیں۔ جن پر شب میں آگ روشن کی جاتی تھی۔ آبشار دیکھنے کے لئے مسلسل کئی میل تک نشیب میں اترنا پڑتا ہے۔ واپس آکر پھر کونی مارا سڑک پر چلے جائیں تو راہ میں جا بجا میسور کے بڑے خوبصورت مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی سڑک پر کچھ دور جائیں تو ایک خوب گھنا اور تتناور درخت ملتا ہے۔ جسے سیلاح چھتری (UMBRELLA TREE) کہتے ہیں۔

اس کے آس پاس ہی ٹوڈا قوم کا قریہ ہے۔ سیاح عموماً یہاں کی عورتوں کے متعلق معمول سے زیادہ عجیب عادات رکھنے کا تذکرہ کرتے ہیں اس سے اور آگے بڑھتے ہیں تو مارلی منڈ کا جنگل نظر پڑتا ہے جو محفوظ ہے۔ یہاں کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں سے کسی پر چڑھنے سے پورے اباندا اور چھوٹے کونور کا نظارہ ہو جاتا ہے۔ اس سڑک کے اختتام پر مارلی منڈ کا تالاب ہے جس سے شہر کو پانی پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے آس پاس کا منظر اتنا دلفریب ہے کہ سیاح کے دل سے محو نہیں ہو سکتا۔ کسی بلند تر پہاڑی پر چڑھ کر جنوب مغرب کی طرف نظر ڈالو تو نیلگری کے متعلق طیارہ نظری (BIRD'S EYE VIEW) کا حقیقی لطف حاصل ہوتا ہے۔ اور سامنے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈُڈبٹا پہاڑ کی امامت میں ہزاروں پہاڑیاں سر بسجود ہیں۔ یہاں سے اسنوڈن کی سڑک پر سے ہوتے ہوئے شہر واپس ہو سکتے ہیں۔ واپسی میں یہ اندازہ ہو گا کہ اکثر مقامات کے نام انگلستان کے مشہور مقامات کے نام پر رکھے جاتے ہیں مثلاً گینل ورتھ شفیلڈ وغیرہ بعض جگہ قدیم دیسی نام بھی مسخ کر کے رکھے گئے ہیں۔ اسنوڈن ہاؤس کا خوبصورت گیٹ والا مکان حضور نظام کا ہے جس میں عموماً حیدرآباد کے ریسیڈنٹ کا قیام رہتا ہے۔ اس کے آس پاس دو اور راجاؤں کے مکان بھی ہیں — اسنوڈن سے سڑک واپسی میں فوکس ہاؤ (FOX HOW) نیلگری لائبریری نیلگری پریس (جہاں سے ایک ہفتہ وار اخبار نکلتا ہے) اسٹیشن پر پہنچاتی ہے جس کے ذرا پہلے ایک سرکاری شفاخانہ ہے۔ اسٹیشن نیلگری جھیل کے کنارے واقع ہے اور یہ مقام دتو بند کہلاتا ہے۔ جھیل کا بڑا حصہ گھوڑ دوڑ کا میدان بنانے کے لئے پاٹ دیا جا چکا ہے جس سے بہتر مقام ادنی ہی پہاڑیوں کی وجہ سے ملنا ناممکن تھا۔ یہ میدان پون میل کے احاطے میں ہے اور ہندوستان بھر میں بہترین سمجھا جاتا ہے۔ موسم گرما میں شرطیں ہوتی ہیں اور ہزاروں کو برباد کرتی ہیں۔

(۲) گرانڈوف روڈ یہ کونور جانے کا راستہ ہے۔ اس سڑک پر رین بنٹ کی

شاپ کے بازو سے جنوب میں ڈیڑھ میل جانے پر مشہور و معروف کروڑپتی ہاشم سیٹھ کے بنگلے ملتے ہیں جس سے ذرا بڑھیں تو ایک چھوٹا سا تالاب ملتا ہے۔ اس کے اوپر پہاڑی پر ۷۵۰۰ قدم بلندی پر ظہیر الملک حیدرآبادی کا بنگلہ ہے۔ یہ جگہ برن فٹ کہلاتی ہے۔ کیوں کے اس کے سامنے برن پہاڑی واقع ہے۔ اس سے اور ذرا آگے بڑھیں تو سنگر پہاڑی اور ڈُوڈا بٹا پہاڑ ہیں۔ آخرالذکر نیلگری میں سب سے بلند اور ہندوستان میں ہمالیہ کے بعد تیسرے درجے پر ہے۔ اس پر چڑھنے کے لئے پہاڑ کے اطراف جو چکردار سڑک بنائی گئی ہے وہ چار میل سے زاید ہے۔ پہاڑی راستے میں مختلف مقامات پر بڑے ہی دلکش منظر آتے ہیں سڑک چونکہ پہاڑ کو کاٹ کر بنائی گئی ہے اس لئے جاتے وقت دائیں جانب اگر پہاڑ سر بلند رہتا ہے تو بائیں جانب عمیق وادی سرنگوں۔ وادی میں بلند بلند درخت چھوٹی چھوٹی ندیوں اور آبشاروں کی کثرت کے علاوہ درندوں وغیرہ کا مسکن ہے۔ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے ہیں تو سابق رصدگاہ کی منہدم اور سیاحوں کے ناموں سے سیاہ عمارت ملتی ہے۔ اس کے چھت پر چڑھیں تو ایک ایسا منظر دکھائی دیتا ہے جس کے پرجوش تذکرے سے بدمذاق سے بدمذاق سیاح بھی باز نہیں رہ سکتا۔ کونور اور وِلنگٹن شہر تو بالکل پاس نظر آتے ہیں اوٹی شمال میں نظر آتا ہے۔ کونور و ولنگٹن جنوب میں۔ باقی سمتوں میں جنگل اور پہاڑ ہی نظر آتے ہیں۔

(۳) جھیل کے اطراف کی چکر بھی بڑی دلچسپ ہے۔ مغربی حد پر پہنچو تو پائکارا جانے والی سڑک ملتی ہے جو یہاں کا سب سے مشہور آبشار ہے جو اسی نام کی ندی سے بنا ہے جنوب میں کرمنڈ روڈ پر بیس میل جانے پر مکارتی چوٹی پہنچتے ہیں۔ یہاں سے بے حد دلچسپ نظارہ ہوتا ہے اور صاف دن میں دور بین سے سمندر بھی نظر آتا ہے۔ مغربی حصے میں ایک چھوٹا سا آبشار ہے مگر بے تُسنے تہ وادی میں چار سو قدم

کی دہار سے گرتا ہے۔ اس کی سڑک دریائے بھوانی کے کنارے کنارے ہے۔ بارش کے دنوں میں بڑی دلفریبی رہتی ہے

جنوب میں بارہ میل جائیں تو افلانش کی پہاڑیاں آتی ہیں مچھلیوں کا شکار دلفریبیوں میں اضافہ کرتا ہے۔

یہاں کی ریلوے جو معجزات انسانی میں شمار ہوتی قابل ذکر ہے۔ جوں جوں اس صحت گاہ کی ترقی ہوتی اور آبادی بڑھتی گئی ذرائع آمد و رفت میں سہولت کی ضرورت شدید تر ہوتی گئی اور ریل جاری کرنے کے خیالات شد و مد سے ظاہر ہونے لگے۔ پہلے ارادہ ہوا کہ سوئٹزرلینڈ کی وضع پر ریل ڈالی جائے اور چند انجینیروں نے اس کا ٹھیکہ بھی لینا چاہا۔ مگر حکومت نے اس کی منظوری نہیں دی۔ آخر کار کثیر مصارف کے بعد ۱۸۹۹ء مسیحی میں میٹ پالم سے کونورتک پٹری کھول دی گئی مگر اوٹی کے اہم تر اسٹیشن تک ریل نہ ہونے سے آمدنی کم ہوتی تھی۔ آخر سنہ ۱۹۱۰ء مسیحی میں اوٹی سے بھی ریلوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ اس کا ایک علاحدہ ہی انتظام ہے۔ خاص قسم کے ڈبے لگائے جاتے ہیں جس میں ہر ڈبے پر ایک بریک والا رہتا ہے۔ ریل کا راستہ بڑا پر پیچ لمبے انتہا اتار یا چڑھاؤ والا اور ساتھ ہی بڑا ہی خوش منظر ہے۔ سطح میں مسلسل اور تدریجی چڑھاؤ یا اتار پیدا کرنے کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی میں ضروری بھرت ڈالی گئی ہے یہ راستہ پہاڑی کو کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ آبشاروں ندیوں اور جنگلوں کی راستے میں دونوں جانب بڑی کثرت ہے۔ سیکڑوں بھنوارے اور ہزاروں پل راستے میں ملتے ہیں اور رفتار پانچ اور دس میل کے درمیان رہتی ہے۔

اوٹی سے ریل پر سوار ہوں تو مٹ پالم جنکشن تک متعدد اسٹیشن ملتے ہیں یا ونگٹن میں فوجی چھاؤنی ہے۔ اور مختلف کارخانے ہیں اس کے بعد کا اسٹیشن کونور ہے یہ اوٹی کے شمال میں ڈیڑھ ہزار قدم نیچے مگر پھر بھی سطح سمندر سے ۶۱۰۰ قدم

بلندی پر آباد ہے۔ اس صحت گاہ کا یہ دوسرا بڑا شہر ہے اور ایک درّے کے دہانے پر واقع ہے۔ اس کے ایک جانب جگمگالہ وادی ہے جو ہندوستان کے بہترین مناظر میں شمار ہوتی ہے۔ کونور تعلقے میں ۲۳ گاؤں آباد ہیں۔ شہر کا رقبہ ۱ میل ہے اور آبادی دس اور بارہ ہزار کے مابین۔ کافی سب سے پہلے یہیں بوئی گئی۔ کافی کے پتے خاصے چوڑے ہوتے ہیں مگر اس کا پھل کام آتا ہے۔ چائے بھی پہلے پہل یہیں بوئی گئی۔ بڑی حیرت کو تعجب ہوتا ہے جب کھیت تقریباً عمودی ڈھلوان پر دیکھتا ہے جن میں سے گزرنا بھی خطرناک ہوتا ہے۔

گزیٹر کا ایک رکارڈ بتاتا ہے کہ ۴ تھی اکتوبر ۱۹۰۵ء کو تین گھنٹے کے اندر اندر یہاں چھ سے آٹھ انچ تک بارش ہوئی اور دریائے کونور و معاونین میں یک بیک عظیم سیلاب آگیا۔ اسٹیشن کے قریب پل بہ گیا۔ ۳۰۰ سوتے ہوئے آدمی جو ریل کو نیلگری تک وسیع کرنے کے کام میں مصروف تھے بہ گئے۔ کونور میں چار پانچ بچے ڈوب گئے اور ہر جگہ سڑکوں کو بڑا نقصان پہنچا۔

حال میں ایک تجزیۂ مائی کے تجربے سے ثابت ہوا کہ صوبے بھر میں کونور کا پانی خالص ترین ہے۔

یہاں کے مشہور مقامات میں "ادارۂ صحت بذریعہ ٹیکہ جات کثیرہ" (PASTEUR INSTITUTE) قابل ذکر ہے جہاں سگ گزیدوں کا علاج ہوتا ہے۔ اس کا ۱۹۰۷ء میں افتتاح ہوا۔ یہاں دیوانے جانوروں کے کاٹے مریضوں کا نہ صرف علاج ہوتا ہے بلکہ ایک مستقل تفتیش گاہ ناظم ادارہ کے تحت قائم ہے جہاں طبی تفتیش اس حد تک جاری رہتی ہے جو موجودہ سرمایے سے ممکن ہے۔ اس کی آمدنی کچھ رقم تو ایک امریکی مسٹر فیبس نے اپنی عطیے میں سے دی تھی اور بقیہ رقم کا لٹ نے مہیا کی۔ یہ کام اب حکومت ہندی ریاستوں، ریلوے انتظام، مجالس صفائی، مجالس مقامی اور ہمدردوں کی امداد سے

جاری ہے۔ اگرچہ علاج مفت ہے لیکن صاحب قدرت اصحاب سے امداد لی جاتی ہے۔ انتظامات کی نگرانی ایک کمیٹی کے سپرد ہے جس کے کچھ ارکان منتخب ہوتے ہیں اور کچھ بوجہ عہدہ مقرر ہوتے ہیں۔ طبی عملے کی تنخواہ کا بار سرکاری خزانے پر پڑتا ہے۔

سمس پارک یہاں کا باغ عام ہے۔ اور کئی پہاڑیوں کو گھیر کر باغ نباتات بنانے میں کامیابی حاصل کی گئی ہے۔ یہاں ہر قسم کے اور ہر مقام کے درختوں کے علاوہ مصنوعی ندیاں آبشار اور تالاب بھی بنائے گئے ہیں۔ یہاں پر ایک بڑی مسجد بھی ہے جس کی ۱۱ دیں ج کو ۱۳۳۹ھ تاریخ بنا ہے۔

کونور کلب انگریزوں اور یوریشیوں کے لئے مخصوص ہے۔ ۱۵ برس سے کم عمر کے لڑکے اس کے کسی حصے میں نہیں جا سکتے۔ ناچگاہ مسرح (STAGE) اور تفریح گاہ میں جانے کی فیس ہر مرتبہ ممبروں سے ۴؍ اور عام طور سے ۶۰؍ لی جاتی ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اندر کیا نظر آتا ہوگا۔ اس کی ممبری کے لئے سوائے چیف جسٹس مدراس کے کوئی دیسی آدمی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ دشمن اقوام مثلاً جرمن ترک آسٹروی وغیرہ۔

مناظر قدرت میں آبشار لا (LAW'S FALL) قابل دید ہے یہ ویلاک پل سے پرے کونور و کٹاری ندیوں کے سنگم کے قریب واقع ہے۔ اس مقام تک ایک انگانی راستہ (BRIDLE PATH) بھی ہے جو بارلو سڑک سے نکلتا ہے اور اصلی مسافت کو نصف کر دیتا ہے۔ کرنل گ۔ و۔ لا نے گھاٹ سڑک کی پیمائش اور اس کی تعمیر کی نگرانی کی تھی یہ آبشار انہی کے نام سے موسوم ہے۔

کلیمب کی چٹان جو پوسٹ آفس سے ۳ ۱/۲ میل پر واقع ہے بہت نظر فریب مقام ہے اس کے قریب تک ایک نہایت عمدہ سڑک جاتی ہے۔ پوسٹ آفس سے لارڈ ہومانٹ سڑک پر ہوتے ہوئے ہربن اسکول پر سے گزر کر ایک انگامی راستے پر جانا پڑتا ہے جو او۔

آگے جا کر پھوٹتا ہے۔ اس پر سے کونور کا درہ ہیولی کل ورگ نیلگری ریلوے اور کومبتور کے میدان نظر آتے ہیں جو کئی ہزار فٹ پستی میں واقع ہیں۔

اس سے دو میل آگے جائیں تو لیڈی کیننگ نشست ملتی ہے۔ راستے میں کئی ایک آئرلینڈی وضع کے خوشنما پل بھی ملتے ہیں جن سے جنگلی خوشنمائی میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ ڈالفن کی ناک کے لئے مزید دو میل آگے جانا پڑتا ہے جو ایک دلچسپ پہاڑی مقام ہے۔ درگ ۴۶۲۹ قدم بلند ہے اس پر قدیم قلعہ واقع ہے جہاں ٹیپو سلطان کی امدادی فوج رہتی تھی۔ اس کا راستہ نئے گھاٹ کی سڑک سے کوٹاگری کے راستے پر جانے سے ملتا ہے۔

کونور بیاتاجی پہاڑ پر نئے ریف کی چوٹی بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ ۴۶۸۹ قدم بلند ہے یہ پاسٹور انسٹی ٹیوٹ سے ایک میل آگے واقع ہے اس کی چوٹی پر سے اسٹیشن ہیولی کل ورگ (جو جنوب میں ہے) شہر ولنگٹن اور کارٹری کا نظارہ بخوبی ہو سکتا ہے، کونور کی آب و ہوا کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہاں سے ہر جگہ موٹر جاتی ہے۔

کوٹ گری تک ابھی ریل نہیں گئی ہے اس لئے کونور سے موٹر بس سوار ہو کر چلیں تو دلفریب مناظر سے گزرتے ہوئے اس تیسرے بڑے شہر کو پہنچتے ہیں۔

یہ ساڑھے چھ ہزار قدم بلندی پر واقع ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے یہاں کا سب سے دلفریب منظر حدِ نظر VIEW POINT کہلاتا ہے جہاں سے ساڑھے چھ ہزار فٹ پستی میں میلوں تک کومبتور کے میدان نظر آتے ہیں۔ "حدِ نظر" تک جانے میں ایک سرکاری محفوظ جنگل ملتا ہے جس میں شکار کی کسی کو اجازت نہیں یہاں مختلف درندے خصوصاً جنگلی سور اور تیندوے عموماً دیکھے جاتے ہیں جو شب کے وقت مکانوں کے آس پاس گھومتے رہتے ہیں۔ یہاں کوٹاقبائل کا مسکن ہے۔

کوٹ گری کے شمال مغرب میں ڈم ہٹی اور وادی آرنج واقع ہیں۔

فَأَمَّا الَّذِيْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ

تَخْلُدُوْنَ (قرآن مجید)۔

اس کی ابتدا ابتدائے ذی حجہ ۱۳۵۰ھ میں بمقام اودئی اس طرح ہوئی کہ سرکاری گزیٹر اور نیلگری آبزرور کا سالنامہ جو ایک گائڈ کی صورت میں تھا مجھے نظر آئے۔ میں نے ان سے ضروری باتیں نوٹ کرلیں اور حیدرآباد دکن کو واپسی کے بعد اپنے سفرنامہ اور مذکورہ بالا تعلیقات کی مدد سے اس کی تکمیل کی۔ اگر نیلگری، اودئی، کونور اور کوٹ گری کے نقشے مل جائیں تو خوب ہو! اسی طرح مناظر کی تصویریں بھی اس میں شامل کی جاسکتی ہیں۔ اردو میں غالباً نیلگری پر یہ پہلا مقالہ ہے۔ اس لئے خامیاں قابل معافی ہونگی۔ آئندہ اصلاح و ترقی ہوسکتی ہے۔

۲۹ اسفندار ۱۳۴۲ ف مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۳۳ء

روز چہارشنبہ ۔ خانۂ فیل کنل منڈی

محمد حمید اللہ

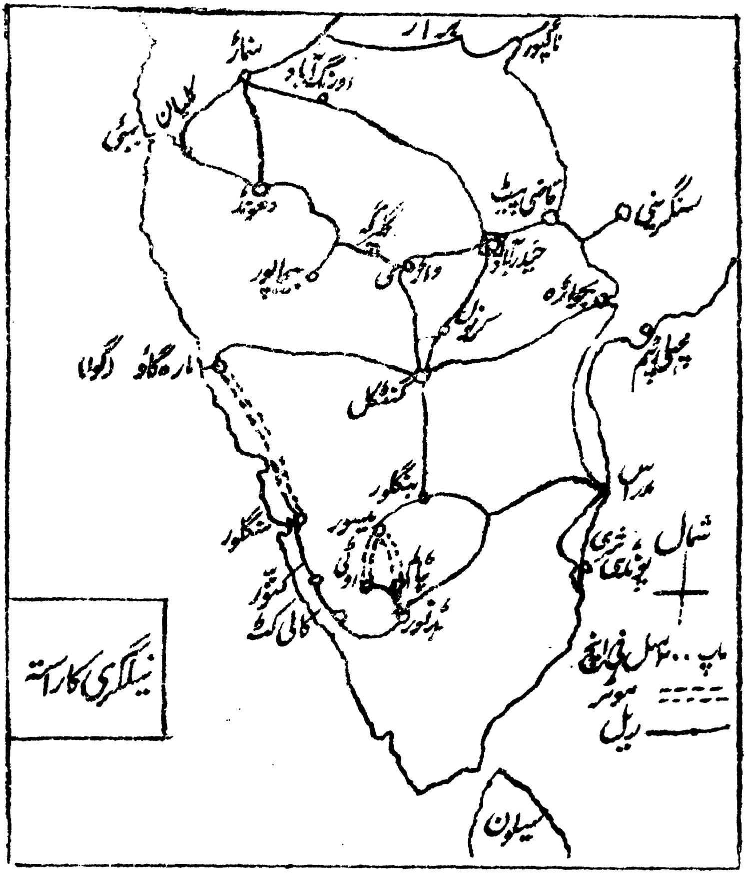
نیلگری کا راستہ
برار
ناگپور
ستارا
اورنگ آباد
کلیان
بمبئی
قاضی پیٹ
سنگرینی
حیدرآباد
گلبرگہ
بیجاپور
وادی
بیجواڑہ
گنتکل
مارہ گاؤ
گوا
پچھلی بندم
بنگلور
مدراس
منگلور
میسور
پانڈیچری
شمال
کنور
کالی کٹ
سیلون
ریل
موٹر

صحت نامہ نیلگری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۴	کلپ پہاڑی	کلب پہاڑی
۷	۱۴	سنکوں	سنگھوں
۱۰	آخری	خرگوش . . . . بھی	خرگوش اور لومڑی بھی
"	۲۰	نیچے علاقے میں یہ چار	نیچے علاقے میں یہ جانور
۱۱	آخری	دکی	دکھنی
۲۲	۴	ستلث محراب	مثلث محراب
۲۳	۸	کلے میں	گلے میں
۲۴	۱۸	LEACHES	جونک (LEECHES)
۳۰	۹	نہ کری جائے	نہ کرلی جائے۔
۳۹	آخری	خانہ فیل	خانہ خلیل
۴۰	نقشہ	پٹالم	منٹپالم
"	نقشہ	ہڈنور	ہیڈنور
"	نقشہ	مارہ گاؤ	مارمگاؤ